شرح حدیث: ماذئبان جائعان

آدابِ دین ودنیا

یعنی

مال ودولت اورحرصِ جاہ ومنصب کی

تباہ کاریاں

از رشحاتِ قلم امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ



ترجمہ، تفہیم وارد وقالب

فضیلۃ الشیخ ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

فاضل مدینہ یونیورسٹی







يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

کتاب و سنت (محدث) لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسا اوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

آدابِ دین و دنیا

یعنی

مال و دولت اور حرصِ جاہ و منصب کی تباہ کاریاں۔

اردو ترجمہ

شرح حدیث: "ماذئبان جائعان" الخ

ازرشحاتِ قلم:

امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ

ترجمہ، تفہیم و اردو قالب:

ابوحمزہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

03338903125

پبلشر:



آدابِ دین ودنیا

یعنی

مال ودولت اور حرصِ جاہ ومنصب کی تباہ کاریاں



ازرشحاتِ قلم: ______ امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ

ترجمہ تفہیم وار دو قالب: ______ ابو حمزہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی

طبع اول: ______ جنوری 2021

پبلشر:



فہرست

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کا نام، نسب اور کنیت

الامام' الحافظ' العلامه' زین الدین' عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن بن الحسن بن محمد بن ابی البرکات مسعود' السلامی' البغدادی'الدمشقی'الحنبلی'ابو الفرج'

آپ ''ابن رجب'' کی نسبت سے معروف ہیں۔ یہ آپ کے دادا ''عبدالرحمٰن'' کا لقب ہے۔ یہ نسبت آپ کے نام سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ اور آپ کا تعارف نام سے زیادہ اس نسبت سے ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ''مدینۃ السلام بغداد'' میں ربیع الاول 736ھ کو ہوئی۔ آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے اور وہاں کے کبار اہل علم سے سماع حدیث کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کی تاریخ ولادت 706ھ لکھی ہے۔ یہ تاریخ سے لکھنے میں سہو ہوا ہے۔ ''واللہ اعلم''

خاندان، پرورش اور طلب علم:

آپ کے سیرت نگاروں نے آپ کے عالی قدر خاندان کے متعلق کچھ زیادہ معلومات کا ذکر نہیں کیا۔ اسی لیے آپ کی زندگی کے اہم اہم گوشے پردۂ خفاء میں ہیں۔ کتابوں میں آپ کی زندگی کے حوالے سے چند ہی سطور پر مشتمل تذکرہ دستیاب ہے۔ جن سے آپ کے جد امجد ''ابی احمد المعروف رجب'' اور آپ کے والد ''ابوالعباس شہاب الدین احمد'' کے حالات زندگی کے متعلق مختصر سی معلومات ملتی ہیں۔

تاہم یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ کا ایک عظیم علمی خاندان سے تعلق ہے آپ کے

دادا "عبدالرحمٰن" کے متعلق ان کے پوتے "ابن رجب" نے بیان کیا ہے کہ میرے دادا "ابواحمد رجب بن الحسن" کے سامنے تیسری، چوتھی اور پانچویں مرتبہ قرأت کی گئی اور میں ان مواقع پر محفل میں موجود تھا۔ کہ آپ کو ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم البزار نے 686ھ میں بیان کیا کہ ہمیں ابوالحسن محمد بن احمد بن عمر القطیعی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ

"من یقل علیَّ ما لم اقل فلیتبوّ أ مقعده من النار "۔①

کہ جس کسی نے میری طرف نسبت کر کے کوئی ایسی بات کہی جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے (یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے)۔

ان کی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ان کے دادا علم حدیث پڑھتے پڑھاتے تھے اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے سامنے احادیث کی قرأت کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کے والد الشیخ شہاب الدین احمد کی ولادت بغداد میں ہوئی اور انھوں نے وہاں کے مشائخ اور کبار اہل علم سے سماع کیا۔ بعد ازاں وہ 744ھ میں اپنی اولاد کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔

چونکہ ابن رجب رحمہ اللہ اس عظیم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو علوم ومعارف سے خاص شغف رکھتا تھا۔ تو آپ نے بھی اسی علمی ماحول میں آنکھ کھولی اور تربیت پائی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا شمار بھی ان کبار علماء میں ہوا جنہوں نے اسلام کے لیے عظیم علمی خدمات سرانجام دیں۔ اور آپ کا شہرہ چاردانگِ عالم میں پھیل گیا۔ اور آپ کو تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

① صحیح البخاری، حدیث: 109

حصولِ علم:

آپ نے صغر سنی ہی میں حصولِ علم شروع کر دیا تھا۔ جب آپ کے والد آپ کو ساتھ لے کر مختلف شہروں میں اہلِ علم کی خدمت میں تشریف لے گئے اور ابن النقیب وغیرہ سے اجازۃ الروایہ حاصل کی۔ آپ نے مکہ مکرمہ اور مصر وغیرہ بلاد کے علماء سے سماع کیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے والد کی خصوصی توجہ اور عنایت کی وجہ سے سماع حدیث شروع کیا۔ آپ فنِ اسانید وعلل کے امامؒ تھے۔

آپ علم فقہ کے اس قدر ماہر اور عالم تھے کہ حنبلی مذہب کے بہت بڑے عالم قرار پائے۔ اس کی شہادت اس عظیم علمی ورثے سے ملتی ہے جو آپ چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

علمی حوالے سے اس قدر عظیم ورفیع مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود آپ حد درجہ اعلیٰ اخلاق اور تواضع کے حامل تھے کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت گھر کر جاتی تھی۔ اور ہر طبقے کے لوگ آپ کا احترام کرتے تھے۔

آپ کے بارے میں ابن العماد حنبلی رقمطراز ہیں کہ آپ کی وعظ وتذکیر کی مجالس رقت انگیز اور عامۃ الناس کے لیے بابرکت اور مفید ہوتی تھیں۔ ہر طبقے کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی محبت کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ حقیقت ہے کہ جو آدمی لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے تو لوگ بھی دلی طور پر اس کی قدر اور احترام کرتے ہیں اور جو آدمی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے، تو عام لوگ بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔

وفات:

حصولِ علم کے سلسلے میں طویل سفر کرنے اور زندگی بھر اللہ کے عظیم دین، دین اسلام کی خدماتِ جلیلہ سرانجام دینے کے بعد آپ نے اپنے رب کریم سے ملاقات کی

تیاری کی۔

آپ نے اپنی ساری زندگی تالیف وتدریس اور صحیح وضعیف احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے دفاعِ حدیث کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ سلف صالحین کے منہج وموقف کے عامل تھے۔ آپ نے دمشق کے نواح میں الحمیر یہ کے مقام پر ایک باغ کرائے پر لے رکھا تھا۔ وہیں 795ھ کے ماہ رمضان میں آپ کی عمر ناپائدار تمام ہوئی۔ ابن العماد حنبلی کے بیان کے مطابق دوسرے دن آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات اسی سال ماہِ رجب میں ہوئی تھی۔

تدفین:

آپ کو دمشق کے الباب الصغیر کے قریب الشیخ، الفقیہ ابوالفرج عبدالواحد بن محمد شیرازی، مقدسی، دمشقی المتوفی ذوالحجہ 486ھ کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ابن ناصر الدمشقی کا بیان ہے کہ جس آدمی نے ابن رجب کی قبر تیار کی اس نے مجھے بتلایا کہ شیخ زین الدین ابن رجب اپنی وفات سے چند دن پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اس جگہ میری قبر کھود دو۔ میں نے ان کی بتلائی ہوئی جگہ پر قبر کھودی۔ قبر تیار ہونے پر انھوں نے اس میں داخل ہو کر لیٹ کر کہا کہ یہ تو بہت اچھی قبر ہے۔

اللہ کی قسم! اس واقعہ سے چند ہی دنوں بعد ان کی میت لائی گئی اور میں نے ان کو اسی لحد کے اندر رکھا۔ ابوالفرج! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

آپ کے اساتذہ کرام:

آں رحمہ اللہ اس بات کے حریص تھے کہ اہل علم وفن کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے براہ راست استفادہ کریں۔ اس حوالے سے آپ نے سب سے پہلے اپنے والد

گرامی کی معیت میں بغداد سے دمشق کے لیے رخت سفر باندھا۔ بعدازاں آپ نے مصر، نابلس، حجاز، ارض القدس، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وغیرہ کے طول طویل سفر کیے۔

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست خاصی طویل ہے۔ تاہم ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ داؤد بن ابراہیم بن داؤد، المتوفی 752ھ

۲۔ امام ابن القیم کے برادر زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی بکر، آپ نے ان سے ابن ابی الدنیا کی کتاب التوکل کا سماع کیا۔

۳۔ احمد بن عبدالہادی، المقدسی المتوفی 754ھ

۴۔ محمد بن محمد بن محمد بن ابی الحرم الحنبلی، المتوفی 765ھ

۵۔ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ المتوفی 748ھ

۶۔ المیدومی محمد بن محمد، المتوفی 754ھ

۷۔ ابن الخباز محمد بن اسماعیل المتوفی 756ھ

۸۔ حمزہ بن موسیٰ بن احمد الحنبلی المتوفی 769ھ

۹۔ احمد بن حسن بن عبداللہ المقدسی المتوفی 771ھ

۱۰۔ ابن قیم الجوزیہ الحنبلی المتوفی 751ھ

۱۱۔ ابن قیم الضیائیہ عبداللہ بن محمد المتوفی 761ھ

۱۲۔ ابوالربیع علی بن عبدالصمد الحنبلی المتوفی 742ھ

۱۳۔ ابوسعید العلائی خلیل بن کیکلدی المتوفی 761ھ

۱۴۔ ابوالعباس احمد بن محمد الحنبلی

۱۵۔ زینب بنت احمد بن عبدالرحیم الحنبلیة، المتوفاة 740ھ

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ تاہم ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ داؤد بن سلیمان بن عبداللہ الحنبلی المتوفی 844ھ

۲۔ الزرکشی عبدالرحمٰن بن محمد الحنبلی المتوفی 846ھ

۳۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عباد الانصاری الحنبلی المتوفی 820ھ

۴۔ محمد بن احمد بن سعید الحنبلی المتوفی 855ھ

۵۔ عمر بن محمد بن علی الشافعی المتوفی 841ھ

تصنیفات:

آپ کی تصنیفات کی فہرست خاصی طویل ہے۔

۱۔ تفسیر سورۃ الاخلاص

۲۔ تفسیر سورۃ النصر

۳۔ اختیار الاولی فی شرح حدیث اختصام الملأ الاعلٰی

۴۔ البشارۃ العظمیٰ فی ان حظ المومن من النار الحمّی

۵۔ تحفۃ الاکیاس بشرح وصیۃ النبی لابن عباس

۶۔ تسلیۃ نفوس النساء والرجال عند فقد الاطفال

۷۔ جامع العلوم والحکم

۸۔ شرح حدیث ما ذئبان جائعان

۹۔ الحکم الجدیرہ بالاذاعۃ من قول النبی بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ

۱۰۔ شرح جامع الترمذی الکبیر

۱۱۔شرح علل الترمذی

۱۲۔فتح الباری فی شرح صحیح البخاری

۱۳۔الاستخراج فی مسائل الخراج

۱۴۔تعلیق الطلاق بالولادۃ

۱۵۔القواعد الفقھیہ

۱۶۔مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان الطلاق الثلاث واحدۃ

۱۷۔الذیل علی طبقات الحنابلۃ

۱۸۔مختصر سیرۃ عمر بن عبدالعزیز

۱۹۔مشیخۃ ابن رجب

۲۰۔اھوال القبور

۲۱۔التخویف من النار والتعریف بحال دار البوار

۲۲۔الفرق بین النصیحۃ والتعییر

۲۳۔فضل علم السلف علی علم الخلف

۲۴۔لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف

مراجع الترجمہ:

۱۔ذیل تذکرۃ الحفاظ لابی المحاسن

۲۔الدرر الکامنہ لابن حجر

۳۔وجیز الکلام للسخاوی

۴۔طبقات الحفاظ للسیوطی

۵۔شذرات الذھب لابن العماد الحنبلی

۶۔کشف الظنون لحاجی خلیفہ



۷۔الاعلام للزرکلی

۸۔طرح التثریب للعراقی

۹۔المقصد الارشد لابن مفلح

۱۰۔الضوء اللامع للسخاوی

تعارف مترجم

پروفیسر سعید مجتبیٰ السیدی

فاضل الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ

نام ونسب، خاندانی پس منظر اور ولادت:

آپ کا اسم گرامی "سعید مجتبیٰ سعیدی" ہے۔ آپ کی ولادت 7 ستمبر 1957ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا ابوسعید عبدالعزیز السعیدی جماعت اہل حدیث کے نامور اور بلند پایہ عالم دین، صالح الاعمال اور بہترین اخلاق وعادات کے مالک تھے۔ بیہقی زمان مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی کے معروف شاگرد تھے آپ ابتدائی طور پر جہانیاں منڈی ضلع ملتان (حال ضلع خانیوال) کے رہائشی تھے۔ بعد ازاں نقل مکانی کر کے رحیم یارخان اور پھر وہاں سے بھی نقل مکانی کر کے منکیرہ ضلع بھکر میں رہائش اختیار کر لی اور تادمِ واپسیں یہیں اقامت رکھی۔ 1981 میں آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

سعیدی کا انتساب:

چونکہ آپ نے اپنی دینی تعلیم کی تکمیل "مدرسہ عربیہ سعیدیہ" دہلی سے کی تھی۔ آپ اپنی مادر علمی کے ساتھ تعلق کے اظہار کے طور پر خود کو "سعیدی" لکھنے لگے۔ اور پھر علاقے میں اور پوری جماعت میں اسی نسبت سے معروف ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کی ساری اولاد اور اب احفاد بھی اسی نسبت کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

ہمارے ممدوح پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی کا تعلق منکیرہ ضلع بھکر سے ہے۔ آپ

نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل کی۔ بعدازاں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جلال پور پیروالا ضلع ملتان تشریف لے گئے۔ جہاں محدث شہیر استاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ابویحییٰ سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ نے بساطِ علم پھیلائی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز اور تکمیل انہی سے کی۔ بعدازاں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کی مرکزی دانش گاہ ''الجامعۃ السلفیۃ'' فیصل آباد گئے۔ والدگرامی کی خصوصی دعاؤں اور تربیت نیز اساتذہ کرام کی توجہ، شفقت اور محبت کے نتیجہ میں حصول علم کے شوق اور تشنگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ مزید اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے بین الاقوامی شہرت یافتہ اسلامی یونیورسٹی ''الجامعۃ الاسلامیہ'' مدینہ منورہ سعودی عرب تشریف لے گئے اور ''کلیۃ الحدیث الشریف والدراسات الاسلامیہ'' میں مسلسل چار برس زیرتعلیم رہ کر حدیث، علوم حدیث اور عربی لغت میں مزید مہارت حاصل کی اور 1983ء میں وہاں سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد وطن واپس آئے۔

تدریسی خدمات اور مزید اعلیٰ تعلیم:

مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد لاہور میں فروکش ہوئے اور جامعہ لاہور الاسلامیہ گارڈن ٹاؤن میں چھ سال تک مدرس علوم عربیہ نائب شیخ الحدیث اور نائب مفتی کی حیثیت سے علمی خدمات سرانجام دیں اور علمی ودینی حلقوں میں متعارف ہوئے۔ اسی دوران ''المعهد العالي للشريعة والقضاء'' میں عدالتوں کے ججوں اور وکلاء کو اسلامی فقہ اور قانون کی تعلیم دی۔

نیز ساتھ ساتھ 1987ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور 1988 میں ایم اے اسلامیات کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے مقابلے کا امتحان پاس کر کے 1990 میں گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ لیہ میں لیکچرر تعینات ہوئے اور بعد ازاں بطور اسسٹنٹ پروفیسر خدمات

سرانجام دیتے رہے۔اور 2017 میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔اسی دوران علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری بھی حاصل کی۔

اساتذہ کرام اور مشائخ عظام:

آپ نے اندرون و بیرون ملک عالی قدر محدثین اور علمی شخصیات کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیے۔اور اللہ کے فضل سے ان سب سے خوب خوب استفادہ کیا ان میں سے چند گرامی قدر اساتذہ ومشائخ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ابویحییٰ سلطان محمود محدث جلال پور پیروالا رحمہ اللہ

۲۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیق الاثری رحمہ اللہ (مصنف کتب کثیرہ)

۳۔شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا اللہ یار خان رحمہ اللہ

۴۔مفتی جماعت اہلحدیث حضرت مولانا ثناءاللہ خان صاحب رحمہ اللہ

۵۔مناظر اسلام حضرت مولانا محمد صدیق فیصل آبادی رحمہ اللہ

۶۔نمونہ سلف حضرت مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

۷۔شیخ الادب حضرت مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ

۸۔فضیلۃ الشیخ عمر فلاتہ رحمہ اللہ

۹۔فضیلۃ الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ السندی رحمہ اللہ

۱۰۔محدث جلیل، الفقیہ ربیع الہادی رحمہ اللہ

۱۱۔فضیلۃ الشیخ عطیہ سالم فقیہ المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ رحمہ اللہ

۱۲۔فضیلۃ الشیخ الدکتور ضیاء العمری الہندی رحمہ اللہ

قلم کی اشک باری سے کتابیں مسکراتی ہیں:

آپ اپنی نجی، تعلیمی، تدریسی، اور جماعتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ طلب علمی



کے دور ہی سے قلم وقرطاس کے ساتھ اپنا رابطہ برابر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے مضامین ومقالات ملک بھر کے جرائد ومجلّات میں نمایاں طور پر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اوراس کے ساتھ ساتھ آپ کے قلم سے بہت سی کتابیں وجود میں آکر طبع ہوچکی ہیں۔

طبع شدہ کتب:

۱۔آدابِ حج

۲۔آدابِ عمرہ

۳۔آداب الدعاء (ترجمہ)

۴۔کتاب التوحید (ترجمہ)

۵۔غایۃ المرید شرح کتاب التوحید

۶۔اربعین نووی (ترجمہ)

۷۔شرح اربعین نووی

۸۔اسلام کے احکام وآداب

۹۔اپریل فول کی تاریخی وشرعی حیثیت (ترجمہ)

۱۰۔بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام (ترجمہ)

۱۱۔سونا چاندی کے زیورات کیسے خریدیں؟ (ترجمہ)

۱۲۔موت کے وقت (ترجمہ)

۱۳۔منکرین حدیث کے شبہات اوران کا رد

۱۴۔حیض، نفاس اور استحاضہ کے بارے میں خواتین سے متعلقہ مخصوص احکام ومسائل (ترجمہ)

۱۵۔سنن ابن ماجہ (ترجمہ)

۱۶۔الاکمال فی اسماء الرجال

۱۷۔تذکرہ شہدائے بدرواحد

۱۸۔مقالات ختم نبوت

۱۹۔مقالات سیرت

۲۰۔الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی جز 10, 12,11,
9,8,7اور 20,19, 22,21, 23اور 24 کا ترجمہ

۲۱۔مقدس رسول کے مقدس غزوات

۲۲۔تفسیر سورۃ الفاتحہ

۲۳۔تفسیر سورۃ الحجرات

۲۴۔سید کائنات کی جنگی مہمات یعنی السرایا لخیر البرایا

۲۵۔منتخب سیرۃ المصطفیٰ

۲۶۔مختلف عناوین سے دس پمفلٹ

ان کے علاوہ آپ کی بہت سی کتابیں ترجمے کے بعد تیار ہوکر طباعت کی منتظر ہیں۔ان میں

۱۔اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیھا الشیخان۔

۲۔تدریب الراوی

۳۔صحیفہ ھمام بن منبہ (ترجمہ وشرح)

۴۔کتاب الزھد للامام ابن مبارک

۵۔کتاب الزھد للامام ھناد بن السری وغیرہ شامل ہیں۔

اللہ کرے زورِ قلم اورزیادہ

الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

تذکرہ:

درج ذیل کتابوں میں آپ کا مفصل تعارف اور تذکرہ شائع ہو چکا ہے۔

۱۔ برصغیر کے اہل حدیث خدامِ قرآن، از مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ

۲۔ دبستانِ حدیث، از مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ

۳۔ تحصیل منکیرہ کا ادبی منظر نامہ، از علی شاہ

حرصِ جاہ و منصب اور مال و دولت کی تباہ کاریاں

امام احمد رحمہ اللہ، نسائی رحمہ اللہ، ترمذی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصحیح میں، بروایت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلاَ فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِه''۔ ①

① ''حدثنا عبد الله بن نمير، قال حدثنا زكريا ابن أبي زائدة، عن محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارة، أن ابن كعب بن مالك حدثه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلاَ فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِه''۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: (34380) سندہ صحیح، مسند ابن أبي شيبة: (498) سندہ صحیح، مسند احمد: (15784, 15794) سندھما صحیح، سنن دارمی: (2772) سندہ صحیح، سنن ترمذی: (2376) وغیرہ سندہ صحیح۔ أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارة الأنصاری، المدنی ثقہ راوی ہیں۔

امام ابن سعد نے کہا: وكان محمد ثقة له أحاديث. وتوفي سنة أربع وعشرين ومائة (الطبقات الكبرى: 402/5)

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقة (تقريب التهذيب: 6074)

تنبیہ: محقق ابو عاصم البرکاتی کا اسے ابو الرجال خیال کرنا درست نہیں ہے وہ دوسرا راوی ہے۔ راوی کے تعین میں ان سے سہو ہوا ہے۔

ابن کعب بن مالک عبد اللہ بن کعب ہیں یا عبد الرحمن بن کعب، دونوں ہی ثقہ ہیں۔ شیخین نے ان سے روایت لی ہے البتہ ابن حجر، ابن اثیر الجزری نے عبد اللہ بن کعب قرار دیا ہے اور مزی نے عبد الرحمن بن کعب کے ترجمہ میں اس روایت کو ذکر کیا اور دوسری بار ابن کعب بن مالک کے۔

مسند احمد کے محققین نے کہا: وابن كعب بن مالك لم يسم، فيحتمل أن يكون عبد الله أو عبد الرحمن، وكلاهما ثقة من رجال الشيخين.

"دو بھوکے بھیڑیے، جنھیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے، اس قدر نقصان نہیں کر سکتے، جس قدر نقصان، انسان کی دنیا کے مال اور عزت وشہرت کی حرص سے، اس کے دین کا ہوتا ہے"۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔

یہی حدیث ایک دوسری سند سے حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، اسامہ بن زید، جابر، ابوسعید خدری اور عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ ضَارِيَانِ فِي غَنَمٍ قَدْ غَابَ عَنْهَا رِعَاؤُهَا بِأَفْسَدَ فِيهَا مِنَ الْتِمَاسِ الشَّرَفِ وَالْمَالِ لِدِينِ الْمُؤْمِنِ"①

"کہ دو خونخوار بھیڑیے، جو بکریوں کے ایسے ریوڑ میں آ جائیں جس کے چرواہے موجود نہ ہوں، لوگوں کے لیے اس سے بڑھ کر نقصان دہ نہیں، جس قدر مومن کے دین کے لیے دنیا کی عزت اور مال و دولت میں اس کی حرص، نقصان دہ ہے"۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں "حرص" کی بجائے "من حب ابن آدم الشرف والمال" کے الفاظ ہیں۔②

① شعب الایمان: (9787,9788) واللفظ له، تاریخ أصبهان 67/2۔
اس کا پہلا طریق محمد بن ابراہیم بن حمش اور اس کے باپ کے سبب ضعیف ہے دوسرے طریق میں مجھے ابوبکر محمد بن عبداللہ بن یعقوب النیسابوری کی توثیق نہیں ملی ہے اخبار اصبہان کی سند کے پہلے راوی عبیداللہ بن احمد بن علی بن محمد بن الجارود کی توثیق نہیں ملی البتہ حدیث کعب کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے متن تقریباً ایک مفہوم رکھتا ہے۔

② طبرانی کبیر: (10778)319/10 طبرانی اوسط: (851)260/1، حلیة الاولیاء: 219/3 سندہ ضعیف جداً والمعنی ثابت البتہ حدیث کعب اس کی مؤید ہے۔ اس کی سند میں ==>

دنیا میں مال ودولت اور عزت وشہرت کی حرص، مسلمان کے دین کے لیے کس حد تک نقصان دہ ہے؟ اس کی وضاحت کے لیے آں حضرت ﷺ نے یہ عظیم الشان ضرب المثل بیان فرمائی ہے، کہ یہ نقصان ان بکریوں کے نقصان سے کم نہیں جن میں دو بھوکے خونخوار بھیڑیے رات کو آوارد ہوں اور وہاں کوئی چرواہا (نگران) بھی موجود نہ ہو۔ چنانچہ وہ ان کو چیریں پھاڑیں اور کھائیں گے، لہٰذا بہت کم بکریاں ان سے محفوظ رہ سکیں گی۔

بالکل اسی طرح دنیا میں مال وشرف کی حرص کے ساتھ مسلمان کا دین بہت کم محفوظ رہ سکتا ہے۔

پس آں حضرت ﷺ کی بیان فرمودہ یہ ضرب المثل، دنیا میں مال ودولت اور عزت وشرف کی حرص کی، انتہادرجہ مذمت پر مشتمل ہے۔

حصولِ مال کے حرص کی اقسام:

حصولِ مال کے حرص کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو یہ کہ مال کی شدید محبت کے ساتھ ساتھ اسے جائز طریقوں اور ذرائع سے حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرنا اور محنت ومشقت کر کے اسے کمانا۔ چنانچہ اس حدیث کے بیان کرنے کا سبب بھی یہی ذکر ہوا ہے۔

طبرانی نے سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"اِشْتَرَيْتُ اَنَا وَ اَخِي مِاْئَةَ سَهْمٍ مِنْ سِهَامِ خَيْبَرَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ, يَا عَاصِمُ! مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ عَادِيَانِ اَصَابَا غَنَمًا اَضَاعَهَا رَبُّهَا

==> عیسیٰ بن میمون المدنی سخت ضعیف راوی ہے امام بخاری نے کہا: منکر الحدیث (التاریخ الکبیر: 401/6 الضعفاء الصغیر: 278) امام عمرو بن علی الفلاس، اور امام ابوحاتم الرازی نے متروک الحدیث کہا (الجرح والتعدیل: 278/6) دیگر کبار ائمہ نے بھی اس پر سخت جرح کی ہے۔

بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِبِّ الْمَرْءِ الْمَالَ وَالشَّرَفَ لِدِيْنِهِ "①

کہ "میں نے اور میرے بھائی نے خیبر کے حصوں میں سے ایک سو حصص خرید لیے، اس کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: دو خونخوار بھیڑیے ایسی بکریوں میں، جن کا مالک انھیں (غیر محفوظ) چھوڑ گیا ہو، کوئی زیادہ نقصان کرنے والے نہیں جس قدر نقصان، مسلمان کے دین کے لیے، اس کے مال و دولت اور عزت و شرف طلب کرنے سے ہوتا ہے۔"

کیونکہ مال کی حرص میں عمر عزیز کے بے فائدہ ضیاع کے علاوہ کچھ حاصل نہیں! ایسے آدمی کو درجاتِ عالیہ اور دائمی نعمتوں کے حصول کا گرانقدر موقع حاصل تھا، جسے اس نے ایسے رزق کی تلاش میں ضائع کر دیا جو تقسیم ہو چکا اور اللہ تعالیٰ اس کی ضمانت دے چکا ہے۔ چنانچہ اسے صرف وہی کچھ مل سکے گا جو مقدر اور تقسیم ہو چکا ہے۔

اور پھر یہ کہ یہ انسان اس مال سے متمتع نہیں ہو سکے گا، بلکہ اسے دوسروں کے لیے چھوڑ کر چلتا ہوگا!...... اس سے فائدہ تو اس کے ورثاء کو پہنچے گا، جبکہ اس کی ذمہ داری اور مسئولیت اسی پر رہے گی۔ یہ شخص ایسے لوگوں کے لیے مال و دولت جمع کرتا ہے جو اس کا شکریہ بھی ادا نہ کریں گے اور یہ اپنا مال ان لوگوں کو پیش کرتا ہے جو اس کی کوئی بھی معذرت قبول نہ کریں گے!........... صرف یہی بات مذمت حرص کے حوالے سے کافی ہے۔

حریص آدمی مال کو جمع کرنے کی خاطر اپنی پیاری عمر کو ضائع کر دیتا اور سفر اور دیگر خطرات کا خطرہ مول لیتا ہے، جس سے صرف دوسروں کو فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ کسی کہنے

① طبرانی کبیر: 173/17، طبرانی اوسط: (5317) 281/5، (8166) 125/8 الآحاد والمثانی: (1950)، شعب الایمان: (9791) سندہ ضعیف

اس سند میں بعض مجاہیل ہیں جن کی توثیق نہیں ملی مثلا عاصم بن أبی البداح، سعید بن عثمان البلوی البتہ آخری متن صحیح ہے حدیث کعب کی وجہ سے۔

والے نے کہا ہے۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الْفَقْرَ مِنْ فَقْدِ الْغِنٰی
وَلٰکِنَّ فَقْدَ الدِّیْنِ مِنْ اَعْظَمِ الْفَقْرِ

کہ ''مال کی کمی کو فقیری اور غریبی مت سمجھو، بلکہ سب سے بڑھ کر فقر اور غربت تو دین کی کمی ہے!''

دین اور دنیوی مال کا تقابل:

کسی دانا کو بتایا گیا کہ فلاں شخص نے بہت سا مال جمع کر لیا ہے، تو اس نے کہا:

''کیا اس نے کچھ دن ایسے بھی گزارے، جن میں اس نے علم (دین) سیکھا ہو؟''

کہا گیا: ''نہیں!''

تو اس دانا شخص نے کہا: ''اس نے کچھ بھی جمع نہیں کیا!''

بعض اسرائیلی روایات میں ہے:

''رزق تقسیم کیا جا چکا ہے اور حریص محروم رہتا ہے!......اے ابن آدم، جب تو نے اپنی عمر طلب دنیا میں گزار دی تو آخرت (کی کامیابی) کب ڈھونڈو گے؟'' ۔

اِذَا كُنْتَ فِی الدُّنْیَا عَنِ الْخَیْرِ عَاجِزًا
فَمَا اَنْتَ فِیْ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ صَانِعٌ

''جب تو اس دنیا میں نیکی اور خیر کے کام کرنے سے عاجز رہا، تو قیامت کے روز تو کیا کرے گا؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یقین کامل یہ ہے کہ تو لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرے

اور اللہ کی عطاء رزق پر کسی غیر کی مدح سرائی نہ کرے۔ جب تجھے اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا نہ کرے تو تُو کسی کو ملامت نہ کر، کیونکہ رزق کو نہ تو حریص کی حرص ہانک کر لا سکتی ہے اور نہ کسی دشمن کی کراہت وناپسندیدگی اسے روک سکتی ہے! ...... ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل وانصاف سے خوشی اور رزق کی فراخی یقین اور رضا میں رکھی ہے جبکہ غم اور پریشانی شک اور ناراضگی میں!''①

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا:

''جب تقدیر حق ہے تو حرص فضول اور بے کار ہے۔ جب دھوکا دینا لوگوں کی عادت ہے تو ہر ایک پر اعتماد کر لینا نادانی ہے۔ اور جبکہ موت ہر متنفس کی گھات میں ہے تو دنیا میں مطمئن ہو رہنا حماقت ہے!''

جناب عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ خلفاً فرمایا کرتے تھے کہ

''انسان کی دنیا میں حرص اس کے تمام دشمنوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے''۔

نیز فرمایا کرتے تھے:

''بھائیو، کسی حریص کی دولت وثروت اور کمائی کی وسعت فراخی پر رشک نہ

---

① الزهد لهناد بن السری: (535) اليقين لابن ابی الدنيا: (31) شعب الايمان للبيهقی: (205)، تاریخ دمشق: 175/33 سنده ضعيف منقطع والمفهوم صحيح اس کی سند ضعیف ومرسل ہے موسیٰ بن ابی عیسیٰ ابوہارون المدنی کے شیوخ میں عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود راوی ہیں اور اس عون بن عبداللہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (سنن ترمذی: 1270) ایک بار کہا: لم يلق ابن مسعود (ایضاً: 261) یہ قوی قرینہ ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ کے شیخ نے ابن مسعود کو نہیں پایا تو موسیٰ ابوہارون نے بالاولیٰ نہیں پایا اور اس کے انقطاع کا دوسرا سبب یہ ہے کہ موسیٰ بن ابی عیسیٰ تابعی بھی نہیں ہے۔ الطیوریات کے محترم فاضل محقق کا اس سخت منقطع اثر کو صحیح کہنا سہو ہے انہوں نے ظاہر سند کو دیکھا مگر اس مخفی علت کی طرف دھیان نہیں دے سکے۔

کرو، بلکہ اسے کراہت و ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھو، کیونکہ آج وہ ایسے کاموں میں مصروف و مشغول ہے جو کل کلاں اسے آخرت میں ہلاک کر دیں گے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی (اس حالت پر) مفتخر بھی ہے!''

حرص کی اقسام:

نیز فرمایا کرتے تھے:

''حرص دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک نقصان پہنچانے والی اور دوسری نفع بخش!

نفع بخش حرص:

تو یہ ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی حرص کرے اور نقصان دہ حرص، دنیا کی حرص ہے۔ کیونکہ انسان ایسی حقیر چیز کے حصول میں مصروف ہوتا اور اس کے لیے تکلیفیں جھیلتا ہے، جس کے جمع کرنے میں مشغولیت کے سبب وہ اس سے مستفید نہیں ہو پاتا۔ وہ دنیا کی محبت کے سبب آخرت کے لیے فارغ نہیں ہوتا اور دائمی اور باقی رہنے والی زندگی سے غافل رہتا ہے''۔①

کسی نے یہ مفہوم یوں ادا کیا ہے ؎

لَا تَغْبِطَنَّ اَخَا حِرْصٍ عَلٰى سَعَةٍ
وَانْظُرْ اِلَيْهِ بِعَيْنِ الْمَاقِتِ الْقَالِيْ
اِنَّ الْحَرِيْصَ لَمَشْغُوْلٌ بِثَرْوَتِهٖ
عَنِ السُّرُوْرِ لِمَا يَحْوِيْ مِنَ الْمَالِ

① الزهد لابن أبي الدنيا: (212)، ذم الدنيا لابن أبي الدنيا: (149) سنده ضعيف اس سند میں عمار بن عثمان، اور حصین بن قاسم کا ترجمہ نہیں ملا اور عبدالواحد بن زید روایت حدیث میں بالاتفاق سخت ضعیف ہے اور یہ اس کا اپنا کلام ہے۔

یعنی: "اے مخاطب، کسی حریص کی مالی فراخی پر حرص نہ کر، بلکہ اس کی طرف ناپسندیدگی اور خشمگین نظروں سے دیکھ۔ بے شک حریص آدمی حصولِ مال میں مشغولیت کے سبب اپنے مال سے خوشی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔"

ایک اور صاحبِ دل نے یہی مفہوم یوں ادا کیا ہے ؎

يَا جَامِعًا مَانِعًا - وَالدَّهْرُ يَرْمُقُهُ
مُفَكِّرًا أَيَّ بَابٍ مِنْهُ يُغْلِقُهُ
جَمَعْتَ مَالاً فَفَكِّرْ هَلْ جَمَعْتَ لَهُ
يَا جَامِعَ الْمَالِ أَيَّامًا تُفَرِّقُهُ
اَلْمَالُ عِنْدَكَ مَخْزُوْنٌ لِوَارِثِهِ
مَا الْمَالُ مَالُكَ اِلاَّ يَوْمَ تُنْفِقُهُ
اِنَّ الْقِنَاعَةَ مَنْ يَحْلِلْ بِسَاحَتِهَا
لَمْ يَأْلُ فِيْ طَلَبٍ مِمَّا يُؤَرِّقُهُ

"اے مال کو جمع کرنے والے اور، بخل کرنے والے! زمانہ تیری طرف آنکھیں لگائے سوچ رہا ہے کہ وہ اپنا کون سا دروازہ بند کرے؟
تو نے مال تو جمع کر لیا، ذرا سوچ تو سہی کہ تو اسے خرچ کب کرے گا؟
تیرے پاس مال وارثوں کے لیے جمع ہے۔ حالانکہ تیرا مال، تیرا اس دن ہوگا جب تو اسے کام میں لائے گا!
جو شخص دامنِ قناعت میں آجائے وہ ان چیزوں کی طلب و تلاش میں کسر نہیں چھوڑتا جو اسے بیدار کیے رکھیں۔"

فائدہ:

ایک دانا نے اپنے ایک، دنیا کے حریص بھائی کو لکھا:

''امابعد، تو دنیا کا حریص ہو گیا اور اس کی خدمت گزارتا ہے۔ حالانکہ یہ دنیا امراض اور مصائب وتکالیف کے ذریعے تجھے اپنے آپ سے دور کرتی ہے!...... یوں معلوم ہوتا ہے گویا تو نے (آج تک) کسی حریص کو تہی دست، کسی زاہد ومتقی کو صاحب رزق، کسی (دولتمند) کو کافی مال چھوڑ کر مرتے ہوئے...... اور (کسی قانع کو) دنیا کے تھوڑے مال پر اکتفا کرتے نہیں دیکھا''۔

ایک اعرابی نے اپنے بھائی کو حرص پر ڈانٹ پلائی اور کہا:

''بھائی، تو طلب کرنے والا بھی ہے اور مطلوب بھی!...... تو اس کا مطلوب ہے جس سے تو بچ نہیں سکتا اور اس چیز کا طالب ہے، جس کی ضمانت تجھے دی جا چکی ہے...... کیا تو نے کسی حریص کو تہی دست اور زاہد کو صاحب رزق نہیں دیکھا؟''

ایک اور دانا کا قول ہے:

''کہ دنیا میں حاسد، سب سے زیادہ غمگین ہوتا ہے اور قناعت پسند، سب سے زیادہ مطمئن زندگی گزارنے والا ہوتا ہے۔ اور حریص، سب سے زیادہ مصائب جھیلتا ہے!...... سب سے اچھی زندگی بسر کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر دنیا کو ترک کرے اور سب سے زیادہ ندامت اس عالم کو ہوتی ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا ہو!''

یہی مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے ۔

اَلْجزع دَاءٌ قَدْ أَضَرَّ بمن ترى الا قليلا

كَمْ مِنْ حَرِيْصٍ طَامِعٍ وَالْحِرْصُ صَيَّرَهُ ذَلِيْلاً

''حرص ایک ایسی بیماری ہے کہ اکثر لوگ اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے حریص اور لالچی لوگ ہیں کہ جنھیں حرص نے ذلیل کر چھوڑا!''

ایک اور نے کہا ہے۔

كَمْ اَنْتَ لِلْحِرْصِ وَالْأَمَانِيِّ عَبْدُ
لَيْسَ يُجْدِيْكَ حِرْصٌ وَسَعْيٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ جَدٌّ
مَالِمَا قَدَّرَهُ اللهُ مِنَ الْأَمْرِ بُدٌّ

''تو حرص اور خواہشات کا کس حد تک غلام بن چکا ہے!......اگر قسمت ساتھ نہ دے تو تیرا حرص وسعی تیرے لیے مفید نہیں...... جو معاملات اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیے ہیں وہ پورے ہو کر رہیں گے!''

ابوالعتاہیہ کا شعر ہے۔

تَعَالَى اللهُ يَا سَلْمَ بْنَ عَمْرٍو
اَذَلَّ الْحِرْصُ اَعْنَاقَ الرِّجَالِ

''اے سلمہ بن عمرو، اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے۔ اللہ حرص سے ہر ایک کو محفوظ رکھے کیونکہ حرص نے شریف لوگوں کی گردنوں کو جھکا کے رکھ دیا ہے!''

حرص، دین و مروت کے لیے مضر ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

حِرْصُ الْحَرِيْصِ جُنُوْنٌ وَالصَّبْرُ حِصْنٌ حَصِيْنٌ
اِنْ قَدَّرَ اللهُ شَيْئًا فَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ

''حریص کا حرص ایک قسم کا جنون ہے۔ جبکہ صبر مضبوط و محفوظ قلعہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز مقدر فرما دی ہے تو وہ بہر حال ہو کر رہے گی''۔

کسی دوسرے نے یوں کہا ہے کہ۔

حَتّٰی مَتٰی اَنْتَ فِیْ حَلٍّ وَّتَرْحَالٍ
وَطُوْلِ سَعْيٍ وَّاِدْبَارٍ وَّاِقْبَالٍ
وَنَازِحُ الدَّارِ لَاَ یَنفَکُّ مُغْتَرِبًا
عَنِ الْاَحِبَّةِ لَاَ یَدْرُوْنَ بِالْحَالِ
بِمَشْرِقِ الْاَرْضِ طَوْرًا ثُمَّ مَغْرِبِهَا
لَاَ یَخْطُرُ الْمَوْتُ مِنْ حِرْصٍ عَلٰی بَالٍ
وَلَوْ قَنِعْتُ آتَانِي الرِّزْقُ فِيْ دَعَةٍ
اِنَّ الْقُنُوْعَ الْغِنٰی لَاَ کَثْرَةُ الْمَالِ

''تو کب تک سفر کی مشقت، طویل محنت، اور آنے جانے میں لگا رہے گا؟
گھر سے دور رہنے والا اپنے احباب سے بھی اجنبی رہتا ہے اور انھیں اس کے حال کی بھی خبر نہیں ہوتی۔
وہ کبھی مشرق میں ہوتا ہے تو کبھی مغرب میں، حتی کہ دولت کی حرص میں پڑ کر وہ موت سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔
اگر میں قناعت کروں تو رزق میرے پاس خود آ پہنچے گا، کیونکہ حقیقی دولتمندی قناعت ہے نہ کہ مال کی کثرت!''

اسی کا یہ شعر بھی ہے:

أَيُّهَا الْمُتْعِبُ جُهْدًا نَفْسَهُ يَطْلُبُ الدُّنْيَا حَرِيْصًا جَاهِدًا
لَاَ لَکَ الدُّنْيَا وَلَاَ اَنْتَ لَهَا فَاجْعَلِ الْهَمَّيْنِ هَمًّا وَاحِدًا

''اے محنت کر کر کے اپنے آپ کو تھکانے والے اور حریص بن کر، کوشش سے دنیا تلاش کرنے والے، (یاد رکھ) نہ تو دنیا تیرے لیے ہے اور نہ تو دنیا کے لیے...... لہٰذا ان دونوں ارادوں اور مقصدوں کا ایک ہی مقصد بنا ڈال

(یعنی دنیا اور اس کی حرص کی بجائے صرف آخرت کا خیال کر!")

حرص کی دوسری قسم: حرام کمائی:

مال کے حرص کی دوسری قسم پہلی قسم سے بھی بڑھ کر (مذموم) ہے اور وہ یہ کہ آدمی مال کی حرص کرے اور نہ صرف حرام ذرائع سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے، بلکہ اپنے ذمے جو حقوق اور ذمے داریاں ہیں، انھیں بھی پورا نہ کرے۔ یہ مذموم بخل کی قسم سے ہے! حالانکہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

"وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔ ①

کہ "جو لوگ نفس کی بخیلی سے بچا لیے گئے، تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں!"

سنن ابی داود میں ہے:

"عن عبد الله بن عمرو قال خطب رسول الله ﷺ فقال: ایاکم والشح فانما هلک من کان قبلکم بالشح امرهم بالبخل فبخلوا دارهم بالقطيعة فقطعوا وامرهم بالفجور ففجروا"۔ ②

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا تم اپنے آپ کو حرص و بخل سے بچاؤ، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ حرص نے ہی ان کو حکم دیا تو وہ بخل کرنے لگے

① سورہ التغابن: پ:28/(16)
② سنن ابوداود: (1698)، مسند أحمد: (6837،6487) مصنف ابن أبي شيبة: (26607) سنده صحيح مسند أبي داود الطيالسي: (2386) سنده صحيح کی ترتیب الفاظ یہ ہے: وإياكم والشح، فإنه أهلك من كان قبلكم، أمرهم بالقطيعة فقطعوا، وأمرهم بالبخل فبخلوا، وأمرهم بالفجور ففجروا

اس نے قطع رحمی کا حکم دیا تو لوگوں نے قرابت توڑ ڈالی۔ اور اس نے ان کو بدکاری کا حکم دیا تو وہ بدکاری کرنے لگے۔''

اور صحیح مسلم میں ہے:

''عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ، اتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ۔''①

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخل سے بچو، اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا، اس نے انھیں انگیخت کیا تو انھوں نے خون بہائے اور محرمات کو حلال کر لیا!''۔

شدتِ حرص:

علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے:

''شح، ایسا شدید حرص ہے، جو انسان کو اس بات پر آمادہ کر دے کہ وہ اشیاء کو ناجائز ذرائع سے حاصل کرے اور اس کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے سے اسے روکے!...... اور اس کی علامت یہ ہے کہ انسان کا نفس اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اور منع کردہ اشیاء کی طرف رغبت کرے، نیز مال، اور اسی قبیل کی دیگر اشیاء میں سے، اس کی حلال کردہ چیزوں پر قناعت نہ کرے۔ ...... اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ہمارے لیے پاکیزہ کھانے، مشروبات، لباس اور منکوحات حلال کی ہیں، تاہم ان سب کو ناجائز ذرائع سے حاصل کرنا ہم پر حرام قرار دیا ہے! جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کفار اور ہم سے

①صحیح مسلم: کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم(2578)، الأدب المفرد: (483،488)، مسند أحمد: (14461)

لڑنے والے لوگوں کے خون اور اموال مباح کیے ہیں، وہاں اس نے دولت کا ناجائز حصول اور خون کا ناحق بہانا بھی ہم پر حرام قرار دیا ہے۔پس جو شخص مباح امور پر اکتفا کرے وہ تو مومن ہے۔اور جو ان سے تجاوز کر کے ممنوعہ اشیاء تک جا پہنچے، تو یہی ''شحّ مذموم'' ہے جو ایمان کے بھی منافی ہے!......اسی لیے آں حضرت ﷺ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ''شحّ'' انسان کو قطع رحمی، گناہ اور بخل کا حکم دیتا ہے''۔

شحّ اور بخل میں فرق:

یاد رہے کہ ''بخل'' اپنے پاس موجود چیز کو روک رکھنے کا نام ہے، جبکہ ''شحّ'' یہ ہے کہ انسان دوسروں کے اموال کو ظلم اور زیادتی سے حاصل کرے۔یہاں تک بھی کہا گیا ہے کہ ''شحّ'' تمام گناہوں کی بنیاد اور اصل ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شحّ اور بخل کی یہی تعریف کی ہے۔اور اسی تعریف کے پیش نظر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث کا صحیح مفہوم سمجھا جا سکتا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَا يَجْتَمِعُ شُحٌّ وَإِيمَانٌ فِي قَلْبِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ ''①

کہ ''مومن کے دل میں ''شحّ'' اور ایمان دونوں یک جا نہیں ہو سکتے!''

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''أَفْضَلُ الْإِيمَانِ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ ۔''②

① ''لَا يَجْتَمِعُ شُحٌّ وَلَا إِيمَانٌ ... ''مسند احمد (9693،7480) مسند احمد کے محققین نے کہا: ''صحیح بطرقه وشواهده''

② مسند أحمد: (19435) مصنف ابن أبي شيبة: (30393) وغیرہ ان الفاظ سے کوئی سند ضعف سے خالی نہیں البتہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شواہد کی وجہ سے صحیح المتن کہا ہے دیکھیے الصحيحة: (1495)

''افضل ایمان صبر اور نرم خوئی ہے!''

اور صبر کا معنی حرام امور سے بچنا ہے جبکہ ''سماحة'' کا مفہوم اپنی ذمہ داریوں کو (صحیح طریقے سے) ادا کرنا ہے۔

بسا اوقات ''شح'' کا لفظ ''بخل'' کے معنی میں استعمال ہو جاتا ہے اور ''بخل'' کا لفظ ''شح'' کے معنی میں۔ لیکن ان دونوں کے درمیان اصل فرق وہی ہے جو ہم نے قبل ازیں بیان کیا۔ چنانچہ جب مال کی حرص اس حد تک پہنچ جائے تو بلاشبہ اس سے دین وایمان میں کمی آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کا بہت کم حصہ باقی رہ جاتا ہے۔

مزید دیکھیے کہ انسان کا عزوشرف کے حصول کے لیے حریص ہونا مال کے حرص سے بھی زیادہ مہلک ہوتا ہے! چنانچہ شرف دنیا، بلندیٔ مراتب، جاہ واقتدار اور زمین میں سربلندی کا طلب کرنا انسان کے لیے مال ودولت کے حاصل کرنے سے زیادہ نقصان دہ، اور اس میں زہد وتقویٰ انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ سرداری اور بلند مرتبہ کے حصول میں مال ودولت بھی کام آتا ہے۔

حرصِ عزوشرف کی قسمیں:

حرص عزوشرف کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ حکومت وسرداری اور مال کے ذریعہ عزوشرف کی تلاش کی جائے۔ یہ انتہائی خطرناک چیز ہے اور انسان کو عموماً آخرت کی بہتری، وہاں کی عزت وکرامت اور سربلندی سے محروم کردیتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔'' ①

---

① سورۃ القصص: آیۃ ۸۳۔

''یہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی تو متقین ہی کے لیے ہے''۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص عہدوں اور مناصب کے ذریعے دنیا کا عز وشرف تلاش کرے اور اللہ کی توفیق بھی اس کے شامل حال رہے، ہاں بلکہ اسے، اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ لاَ تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا ۔''①

''اے عبدالرحمٰن، حکومت وسرداری طلب نہ کرنا۔ کیونکہ اگر یہ تجھے مانگنے اور طلب کرنے کے بعد ملی، تو تجھے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر بن مانگے اور طلب کیے ملی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری مدد کی جائے گی۔''

بعض اسلاف کا قول ہے:

''مَا حَرَصَ أَحَدٌ عَلٰى وِلَايَةٍ فَعَدَلَ فِيهَا ۔''

''یہ نہیں ہوتا کہ کوئی شخص عہدہ، منصب اور حکومت کی حرص بھی کرے اور پھر اس میں عدل وانصاف بھی قائم رکھ سکے۔''

جناب یزید بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ بڑے نیک اور عادل قاضی تھے، فرمایا کرتے تھے:

''عن يزيد بن عبدالله بن موهب قال: من احب المال والشرف وخاف الرؤساء لم يعدل ''۔②

①صحیح البخاری: (6622و6722) صحیح مسلم: (1652) واللفظ له۔
②أخبار القضاة للقاضي وكيع: 3/214 واللفظ له و 1/80 سنده حسن۔

''جو شخص مال ودولت، عزت وشرف کو پسند کرے اور مصائب وتکالیف سے ڈرے تو وہ حکومت میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا!''

صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَنِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ۔''①

کہ ''تم حکومت ومناصب کا لالچ کروگے اور یہ چیز قیامت کے روز ندامت پر منتج ہوگی، یہ حکومت دودھ پلانے کے لحاظ سے بہترین اور دودھ چھڑانے کے لحاظ سے بہت بری چیز ہے۔'' (یعنی ذمہ داریاں ادا کی جائیں تو یہ بہت اچھی ورنہ بہت بری چیز ہے!)

صحیح بخاری ہی میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: ''اللہ کے رسول ﷺ، ہمیں امیر بنا دیجیے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّا لَا نُوَلِّيْ هٰذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ۔''②

کہ ''ہم امارت ان لوگوں کے حوالے نہیں کرتے جو اسے طلب کریں اور ان کے حوالے بھی نہیں کرتے جو اس کے حریص ہوں!''

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ عزت وشرف کی حرص، اس کے حصول سے قبل بھی ایک

① مسند احمد (9790) میں ہے۔ صحیح بخاری کا متن ''انکم ستحرصون علی الإمارة، وستكون ندامة يوم القيامة، فنعم المرضعة وبئست الفاطمة'' صحیح البخاری: (7148) ومسند احمد: (10162) مسند ابن الجعد: (2832) سنن نسائی: (5385،4211) وغیرہ۔

② حدیث ابوموسیٰ صحیح مسلم: (1733) ''انا واللہ لا نولي على هذا العمل أحدا سأله، ولا أحدا حرص عليه'' صحیح بخاری: (7149)

بہت بڑی حرص کو مستلزم ہے اور اس کے حصول کے بعد بھی...... چنانچہ ایک انسان اس کے حصول سے قبل تو ان مساعی اور ذرائع کا حریص ہوتا ہے جن سے یہ اسے حاصل ہو سکے۔ جبکہ حاصل ہو چکنے کے بعد وہ ظلم وتکبر وغیرہ مفاسد کا شکار ہو کر اس کا حریص ثابت ہوتا ہے۔

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ، جو چوتھی صدی ہجری کے بلند پایہ علماء میں سے تھے، انھوں نے علماء کے اخلاق وآداب کے بارے میں ایک جلیل القدر کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے علماء سابقین کے رویے اور طریقوں کی نشاندہی ہوتی ہے اور ان ردیوں اور طریقوں کی بھی نشاندہی ہوتی ہے جو ان علمائے سابقین کی روش کے خلاف ہیں اور بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ عز وشرف کی حرص کی مذمت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ امام موصوف نے اپنی اس کتاب میں علماء سوء کی علامتیں ذکر کی ہیں۔ جن میں بعض یہ ہیں:

انہیں اپنی تعریف بڑی پسند ہوتی ہے اور وہ اہل دنیا کی نظروں میں عزت ومقبولیت اور شہرت کے طلبگار رہوتے ہیں۔

وہ دنیا کے سامنے علم کے ساتھ یوں ظاہر ہوتے ہیں جیسے کوئی خوبصورت زیور پہنے ہوئے ہوں، حالانکہ ان کا علم، زیورِ عمل سے مزین نہیں ہوتا!......

لکھتے لکھتے انھوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ:

پس یہ اور ان جیسے اخلاق وصفات اس شخص کے دل پر غالب آجاتے ہیں جو علم سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب وہ عزت ومنزلت کے پیچھے پڑ جاتا اور مذکورہ اخلاق اپنا لیتا ہے تو وہ بادشاہوں اور دنیاداروں کی مجالس کو پسند کرتا ہے...... وہ چاہتا ہے کہ ظاہری خوبصورتی، بہترین سواری، خدمتگار، زرق برق لباس، نرم وگداز بستر اور رنگارنگ کے بہترین کھانوں میں وہ ان کے ساتھ شریک ہو اور اس کا خصوصی لحاظ رکھا جائے! اس کی بات کو اہمیت

دی جائے، اور اس کے حکم کی تعمیل ہو!...... اور چونکہ ان باتوں کا حصول، عہدۂ قضاء کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا وہ یہ عہدہ از خود طلب کرتا ہے کہ جس میں دینداری شرطِ اول ہے۔ لیکن جب وہ دینداری کے بغیر اسے طلب کرتا ہے تو حکمرانوں اور ان کے حاشیہ برداروں کے سامنے اظہارِ عجز و مسکنت کرتا، ان کی خدمات بجالاتا، اپنے مال سے ان کی تواضع کرتا اور ان کے ایوانوں اور گھروں میں آتے جاتے، جو قبیح اور منکر افعال دیکھتا ہے، ان سے صرف نظر کرتا اور خاموش رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ان کا منظورِ نظر بننے کے لیے ان کے بہت سے غلط کاموں کو اپنی غلط تاویلوں اور تحریفوں سے درست ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے!...... پھر جب وہ ایک عرصے تک یہی طریقہ اختیار کیے رکھتا ہے اور اس کی طبیعت و مزاج میں شر و فساد جاگزین اور مستحکم ہو جاتا ہے تو حکمران اسے عہدۂ قضاء سپرد کر دیتے ہیں اور اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان حکمرانوں کا اس پر یہ بہت بڑا احسان ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں اس پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کا شکریہ ادا کرے اور بہت سے ناپسندیدہ امور کو برداشت کر کے اپنے آپ کو ایذا پہنچاتا رہے۔ مبادا وہ اس پر ناراض ہو کر اسے معزول کر دیں۔ اس حالت میں اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ یتیموں، بیواؤں اور غرباء و مساکین کے اموال، وقف شدہ املاک، مجاہدین اور معززین حرمین کے اموال، جن کا فائدہ عام مسلمانوں کو پہنچنا چاہیے، انھیں تو غصب کرنے پر کمر ہمت باندھ لیتا ہے، لیکن اپنے محسنین کو راضی رکھتا ہے!...... خود بھی حرام کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی حرام کھلاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روزِ قیامت اس پر دعویٰ کرنے والے دن بدن زیادہ ہو جاتے

ہیں۔ پس ''ویل'' ہے اس عالم کے لیے، جسے اس کا علم ان رذیل اخلاق تک پہنچا دے!

اور یہی وہ علم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے رسول، ﷺ نے خود بھی پناہ مانگی ہے اور دوسروں کو بھی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے...... ایسے ہی عالم کے متعلق آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَّمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهِ ۔'' ①

''روزِ قیامت سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جو اپنے علم سے مستفید نہ ہوا''۔

علاوہ ازیں اپنی امت کو تعلیم دینے کی غرض سے آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ

---

①إن أشد الناس عذابا...... موضوع ہے المجالسة وجواهر العلم:(90) المعجم الصغير:(507)معجم ابن المقرئ:(77)،امالي ابن بشران:(803)،الكفاية في علم الراوية: ص:6مسند الشهاب:(1122)شعب الإيمان:(1642)ذم من لا يعمل بعلمه لابن عساكر:(6،5،4)وغیرہ سندہ موضوع اس کے موضوع ہونے کی علت عثمان بن مقسم راوی ہے ابن عبدالبر نے کہا: وهو حديث انفرد به عثمان البري، لم يرفعه غيره وهو ضعيف الحديث معتزلي المذهب فيما ذكروا ليس حديثه بشيء (جامع بيان العلم وفضله:(1079) اس کا عقیدہ وترجمہ دیکھیے الضعفاء الكبير:3/217 اس پر جھوٹ کی تہمت ہے امام سفیان ثوری کی طرف سے دیکھیے المجروحين:2/101،احوال الرجال:(150)، امام نسائی نے متروک الحدیث کہا، (الضعفاء:419) امام یحییٰ نے کہا جھوٹ اور وضع حدیث میں معروف ہے(الكامل لابن عدی:6/ 264) امام جوزجانی نے کذاب (احوال الرجال:150) کہا (الضعفاء لابن الجوزی:2285) حافظ ذہبی نے کہا: حفاظ نے اس کی تکذیب کی ہے دیکھیے میزان الاعتدال:3/ 57امام علی بن مدینی نے ضعيف ليس بشي کہا سؤالات ابن ابی شیبہ:(53) عثمان البری کی متابعت بھی کسی ثقہ نے نہیں کی اور یہی اس حدیث کا مرکزی کردار ہے۔

نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ "①

"اے اللہ، میں نفع نہ دینے والے علم سے، نہ ڈرنے والے دل سے، سیر نہ ہونے والے نفس سے، اور نہ قبول ہونے والی دعا سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں"۔

نیز

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ "②

"اے اللہ، میں نفع مند علم کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور غیر نافع علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں!"

حریصانِ اقتدار، علماء سوء کے بارے میں مذکورہ بالا کلام امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ کا ہے، جو تیسری صدی کے اواخر میں ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد سے لے کر اب تک شر و فساد میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

عزت و شرف سے محبت کی آفات:

شرف و عزت سے محبت کی آفات میں سے ایک، عہدوں کی طلب اور ان کا لالچ

① دعا اللهم اني أعوذبك من علم...... صحيح مسلم (2722) کا متن "اللهم اني أعوذبك من علم لا ينفع، ومن قلب لا يخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعوة لا يستجاب لها" سنن ابن ماجه: (3837،250) سنن أبو داود: (1548)، مسند إسحاق بن راهويه: (426)، مسند أبي داود الطيالسي: (2442)، مسند أحمد: (9829،8779) سنده صحيح۔

② السنن الكبرى للنسائي: (7818) واللفظ له، سنن ابن ماجة: (3843) مصنف ابن أبي شيبة: (34358،29122،26712) مسند عبد بن حميد: (1091) مسند أبي يعلى: (1927، صحيح ابن حبان: (82) وغيره سنده حسن لذاته أسامة بن زيد الليثي صدوق، حسن الحديث۔ فائدہ: یہی روایت مفید اضافی الفاظ سے حدثنا عبد الله: حدثنا الربيع بن سليمان: حدثنا عبد الله بن وهب: حدثني أسامة، عن محمد بن المنكدر حدثه، أنه سمع جابر بن عبد الله الأنصاري يقول: سمعت رسول الله ﷺ يدعو يقول: "اللهم أسالك علما نافعا، وأعوذبك من علم لا ينفع، قال جابر: فأسرعت الى أهلي فقلت: اني سمعت رسول الله ﷺ يدعو بهولاء الكلمات، فادعوا بهن" المخلصيات: (2750) 376/3، 377 سنده حسن لذاته۔

بھی ہے۔ یہ ایک پوشیدہ باب ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت سے سرشار لوگ ہی جان سکتے ہیں، اور جس کی مخالفت ایسے جاہل لوگ ہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں حقیر وذلیل ہیں۔

ان لوگوں کے بارے میں جناب حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''یہ جہال خچروں پر سوار ہوں یا گھوڑوں پر، معصیت ونافرمانی کی ذلت ان کی گردنوں میں ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، اسے اللہ تعالیٰ بھی ذلیل ورسوا کر ڈالتا ہے۔''①

لوگوں پر اپنے اوامر ونواہی کو نافذ کرنے اور ان کے معاملات کو کنٹرول کرنے کی خاطر عہدہ کی خواہش کرنا تاکہ لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کی جا سکے اور تاکہ یہ جتلایا جا سکے کہ لوگ اپنی ضروریات وحاجات کے سلسلہ میں اس کے محتاج ہیں...... اور پھر ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں انھیں ذلیل وخوار کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت سے مزاحمت ہے۔

بسا اوقات اس قسم کے لوگ جان بوجھ کر عوام کو ایسی مشکلات میں پھنسانے کا سبب بھی بنتے ہیں کہ لوگ ان مشکلات کے حل کی خاطر ان کی طرف رجوع کریں اور یوں انھیں اپنی عظمت وبڑائی ظاہر کرنے کا موقع ملے۔ حالانکہ یہ چیز صرف اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ۔''②

---

①امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب یہ قول کسی معتبر کتاب میں سند سے نہیں مل سکا البتہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاوی: 15/426، و 21/258 اور ابن قیم کی إغاثة اللهفان: 1/48 میں بلا سند مذکور ہے۔ ②سورۃ الانعام: آیۃ 42۔

''آپ ﷺ سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے، تو ان قوموں کو ہم نے مصائب وآلام میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اختیار کرتے ہوئے (ہمارے ہی سامنے جھک جائیں!)''

نیز فرمایا:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۔''①

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا ہو، اور اس بستی کے لوگوں کو ہم نے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو، کہ شاید وہ عاجزی پر اتر آئیں۔''

احادیث میں آیا ہے:

''اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا دَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ يُحِبُّهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرِيْلُ، لَا تَعْجَلْ بِقَضَاءِ حَاجَتِهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ تَضَرُّعَهُ ۔''②

''کہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو، وہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جبریل، اس کی ضرورت جلدی پوری نہ

① سورۃ الاعراف: آیۃ 94۔

② یہ روایت طبرانی اوسط: 8442 میں ان الفاظ سے ہے ان العبد یدعو اللہ وھو یحبہ، فیقول اللہ عز وجل: یا جبریل اقض لعبدی ھذا حاجتہ، وأخرھا، فإني أحب ألا أزال أسمع صوتہ۔۔۔ ایضا، الدعاء للطبرانی: (87) تاریخ دمشق: 8/ 244 طبرانی کی طرح ہی تاریخ دمشق کا متن ہے نہیں معلوم کہ مولف نے یہ الفاظ کہاں سے نقل کیے ہیں) یہ روایت سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے اس کی سند میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ راوی سخت ضعیف ہے امام احمد کے نزدیک اس سے روایت لینا حلال وجائز نہیں (الجرح والتعدیل: 2/227)، امام یحیٰی بن معین نے کہا: لیس بشي (سؤالات ابن الجنید: 195) اور کہا: کذاب الجرح والتعدیل: (2/228)، امام نسائی نے کہا: متروک الحدیث (الضعفاء: 50) امام بخاری نے کہا: ترکوہ (الضعفاء الصغیر: 21) مزید سخت جروح دیکھیے الضعفاء الکبیر: 1/102، الجرح والتعدیل: 2/227، 228 و کتب تراجم۔

کرنا، کہ میں اس کی عاجزی وزاری سننا چاہتا ہوں''۔

الغرض مذکورہ بالا امور (حرص اقتدار وجاہ وغیرہ) محض ظلم سے زیادہ شدید اور خطرناک ہیں اور شرک سے بھی زیادہ کڑوے اور دہشت ناک!...... اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے! چنانچہ ''الصحیح'' میں نبی ﷺ سے روایت ہے:

''عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: يقول الله تبارك وتعالى: العظمة ازاري، والكبرياء ردائي، فمن نازعني واحدة منهما قذفته في جهنم'' ①

''نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عظمت میری ازار (چادر) اور بڑائی میرا اوڑھنا ہے۔ جو کوئی ان دو میں سے میرے ایک بھی وصف کو چھیننے کی کوشش کرے گا اور میرے مقابلے میں آئے گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا''۔

ایک بزرگ قاضی تھے، انھوں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو ان سے کہہ رہا تھا کہ: ''تم بھی قاضی ہو، اور اللہ تعالیٰ بھی قاضی ہے۔''

انھوں نے یہ بات سن تو گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور عہدۂ قضا چھوڑ کر علیحدہ ہوگئے۔ بہت سے متقی قاضی لوگوں کو منع کیا کرتے تھے کہ انھیں ''قاضي القضاة'' (سب سے بڑا قاضی) نہ کہا جائے۔ کیونکہ یہ لفظ ''مَلِکُ الْمُلُوْکِ'' کے مشابہ ہے۔ اور یہ نام رکھنے سے آں حضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس لیے کہ:

''لاَ مَالِکَ اِلاَّ اللّٰہُ۔'' ② ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مالک نہیں!''

① مسند أبي داود الطيالسي: (2509) واللفظ له سنده حسن لذاته صحيح مسلم: (2620) کے الفاظ عن أبي سعيد الخدري، وأبي هريرة قالا: قال رسول الله ﷺ: العز ازاره، والكبرياء رداؤه، فمن ينازعني عذبته۔
② صحيح مسلم (2143) الأسماء والصفات للبيهقي: (46)

اسی طرح حاکم الحکام (وغیرہ القاب ونام) اس سے بھی زیادہ مذموم ہیں۔

انہی مذموم افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عزت وعہدے کا مالک شخص اپنے کیے ہوئے کاموں پر لوگوں سے مدح وتعریف کو پسند کرے، اور جو شخص اس کی تعریف نہ کرے یا اسے دکھ اور تکلیف پہنچائے۔

حالانکہ بسا اوقات اس کے کام، تعریف کی بجائے مذمت کے زیادہ لائق ہوتے ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو بہ ظاہر اچھا ہو۔ اور اس پر وہ مدح وتوصیف کا خواہاں بھی ہوتا ہے۔ لیکن بباطن اس کام سے اسی کا ارادہ برائی کا ہوتا ہے، جسے وہ لوگوں میں عام کرنا چاہتا ہے...... ایسے لوگ اس وعید الٰہی میں داخل ہیں:

''لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ۔ الآیۃ''①

''جو لوگ اپنے کرتوتوں پر خوش ہوں اور چاہتے ہوں کہ ایسے کاموں کی تعریف انھیں حاصل ہو جو فی الواقع انھوں نے نہیں کیے ہیں، (اے نبی ﷺ!) آپ ایسے لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھیے!''

یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مخلوق سے اپنی مدح کے طالب ہوتے ہیں، حالانکہ مخلوق سے مدح کا طلب کرنا اور اس کے ترک پر انھیں سزا دینا اللہ وحدہ لا شریک لہ کے علاوہ کسی کو جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ ہدیٰ اپنے کیے ہوئے کاموں اور لوگوں پر احسانات کے نتیجے میں تعریف ومدح سرائی سے لوگوں کو سختی سے منع کر دیا کرتے تھے۔ اور حکم دیا کرتے تھے کہ حمد وتعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے، کہ تمام نعمتیں صرف اسی کی طرف سے ہیں۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اس کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ

① سورۃ آل عمران 188۔

نے امراء کو، حجاج کے ساتھ حسن سلوک، اور ان پر کیے گئے مظالم کے ازالے کا حکم دیا۔

اسی تحریر میں لوگوں کو یہ حکم بھی تھا کہ:

''ان تمام کاموں پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعریف نہ کرو۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت عطا نہ فرماتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔''

ان کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے، جو ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس عورت نے آپ رحمہ اللہ سے اپنی چار یتیم بیٹیوں کے لیے وظائف مقرر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے دو کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر آپ نے تیسری کا وظیفہ مقرر کر دیا تو اس نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''تو جب تک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہی، ہم بھی مقرر کرتے رہے۔ اب تو ان تینوں بیٹیوں سے کہنا کہ وہ تیری اس چوتھی بیٹی سے ہمدردی اور تعاون کریں۔''①

ان باتوں سے آپ اصحاب مناصب کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ

① ان کا ترجمہ وسیرت کتب تراجم میں موجود ہے امام ابن حبان کہتے ہیں: عمر بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم بن أبي العاص بن أمية بن عبد شمس الاموى القرشي من الخلفاء الراشدين المهديين الذى أحيا ما أميت قبله من السنن وسلك مسلك من تقدمه من الخلفاء الاربع أمه بنت عاصم بن عمر بن الخطاب كان مولده سنة احدى وستين في السنة التي قتل فيها الحسين بن علي كنيته أبو حفص مات سنة احدى ومائة وهو بن تسع وثلاثين سنة وستة أشهر وكانت خلافته مثل خلافة أبي بكر الصديق سواء رضى الله عنه في العافية مشاهير علماء الأمصار: (1411) ميمون بن مهران ثقة تابعی کا بیان حدثنا أبو نعيم حدثنا جعفر بن برقان قال قال ميمون بن مهران كان عمر بن عبد العزيز معلم العلماء وقال مالك كانت خلافته مثل خلافة أبي بكر الصديق تسعة وعشرين شهرا التعديل والتجريح: 3/ 941 صحیح حافظ ذہبی نے کہا: عمر بن عبد العزيز بن مروان الأموى ابن الحكم بن أبي العاص بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصي بن كلاب، الإمام، الحافظ، العلامة، المجتهد، الزاهد، العابد، السيد، أمير المؤمنين حقا، أبو حفص القرشي، الأموى، المدني، ثم المصرى، الخليفة، الزاهد، الراشد، أشج بني أمية سير أعلام النبلاء: 5/114۔

کے احکام کی تنفیذ، اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کا حکم دینے کے پابند ہیں۔

واضح رہے کہ اس کے باوجود آپ رحمہ اللہ حقوق الٰہی میں کوتاہی اور تقصیر سے خائف رہا کرتے تھے!...... حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں، ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں، اسی کی اطاعت اور عبادت والوہیت میں اس کو اکیلا جانیں!

سبحان اللہ، کیا مقام اور درجہ ہے، ایسے شخص کا، جو لوگوں سے جزا و شکر یہ کی امید نہ رکھے اور اپنے عمل کے ثواب کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ''۔ ①

''کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے، اور وہ لوگوں سے یہ کہنے لگ جائے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ (ہرگز نہیں) بلکہ (وہ تو یہی کہے گا) کہ رب والے بن جاؤ، کیوں کہ یہی بات تم کتاب (الٰہی) میں پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ تمھیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلمان ہو چکے؟''

اور ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

''لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا

① سورۃ آل عمران، 80،79۔

عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ! "①

کہ "تم مجھے حد سے نہ بڑھانا، جیسے عیسائیوں نے (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو حد سے بڑھا دیا...... میں تو (محض) بندہ ہوں، لہٰذا (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ کہا کرو!"

اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ مَا شَاءَ مُحَمَّدٌ (ﷺ)!"②

"یوں نہ کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو محمد (ﷺ) چاہیں۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے، پھر جو محمد (ﷺ) چاہیں!"

چنانچہ ایک شخص نے جب آپ ﷺ سے کہا:

"وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ چاہیں!"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا بَلْ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ "③

"کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا ہے؟ بلکہ (صرف یوں کہو کہ) وہی ہوگا

---

① مسند احمد، 391 وغیرہ

② سنن دارمی: (2714) مسند احمد: (20694) أمالی ابن بشران: (209) صحیح اس کے صحیح طرق واسانید دیکھیے مسند احمد کے نسخہ محققہ میں۔

③ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی۔ حدیث 988 مسند احمد 214/1۔ الادب المفرد: (783) میں یہ الفاظ ہیں عن ابن عباس: قال رجل للنبي ﷺ: ماشاء اللہ وشئت، قال: جعلت للہ ندا، ماشاء اللہ وحدہ (طبرانی کبیر: 13005 میں..... جعلت للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہ ہے) السنن الکبری للنسائی: (10759) کے الفاظ أجعلتني للہ عدلا؟ قل: ما شاء اللہ وحدہ مزید دیکھیے معجم ابن المقری: (484) مسند احمد: (1839، 1964، 2561،) مصنف ابن ابی شیبہ: (26691) أمالی الباغندی: (36) شرح مشکل الآثار: (235) کے الفاظ أجعلتني مع اللہ عدلا، لا بل ماشاء اللہ وحدہ، سندہ حسن لذاتہ۔

جو اللہ اکیلا چاہے!"

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسولوں کے خلفاء اور ان کے متبعین میں سے منصف حکمران اور قاضی حضرات لوگوں کو اپنی تعظیم کی دعوت ہرگز نہ دیتے تھے۔ بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس اکیلے کی الوہیت وعبادت کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے!......

ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو مناصب کو صرف اس لیے قبول کر لیتے تھے کہ اس ذریعے سے انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینے میں مدد مل سکے۔ چنانچہ بعض صالحین جب عہدۂ قضا کو قبول کر لیتے تو فرماتے:

"میں یہ عہدہ صرف اس لیے قبول کر رہا ہوں کہ اس کے ذریعے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کے فریضے کی ادائیگی میں مدد لے سکوں!"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کے متبعین، دعوت الی اللہ، احکام الٰہی کی تبلیغ اور ان پر عمل کرنے میں لوگوں کی ایذائیں اور حد درجہ مشقتیں صبر ورضا کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے۔ کیونکہ محب کو محبوب کی رضا میں جو تکالیف پیش آئیں ان میں اسے لذت محسوس ہوتی ہے۔

عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے والد کو ان کے دورِ خلافت میں کہا کرتے تھے:

"ابا جان، حق کی تنفیذ اور عدل وانصاف کے قائم کرنے کی خاطر مجھے یہ بھی پسند ہے کہ میرے اور آپ کے جسموں سے ہنڈیاں ابلیں!" ①

صالحین میں سے کسی نے کہا ہے:

"مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا جسم قینچیوں سے کاٹ ڈالا جائے اور اس کے

① مصنف ابن أبي شيبة: (35091)، السنة للمروزي: (93) الزهد لأحمد بن حنبل: (1729)، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر للخلال: (40)، حلية الأولياء: 5/ 281، 354، المعرفة والتاريخ للفسوي: 1/ 617، الطبقات الكبرى: 5/ 313 وغيره۔

غرض تمام لوگ اللہ تعالٰی کی اطاعت کرنے لگیں۔"

یہ قول متقدمین میں سے کسی کے سامنے ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"کہنے والے نے اگر مخلوق کی خیر خواہی کا ارادہ کیا تو خوب، ورنہ میں نہیں جانتا!"...... (پھر بات پوری نہ کر سکے) اور ان پر غشی طاری ہو گئی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کہنے والے نے لوگوں کی خیر خواہی کا خیال کیا، اور ان پر اللہ کے عذاب سے ڈر کر اس بات کو پسند کیا کہ اپنے آپ کو ایذاء و مشقت میں ڈال کر بھی لوگوں کو اللہ تعالٰی کے عذاب سے بچا لے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اللہ تعالٰی کی عظمت و جلال، اکرام اور کما حقہ، اس کی اطاعت و محبت کا خیال کرتے ہوئے یہ پسند کیا ہو کہ لوگ یہ امور بہر حال بجا لائیں، خواہ اس کے بدلے خود اسے کتنی ہی تکالیف اٹھا پڑیں۔ یہ ان خاص لوگوں کا مقام ہے جو اللہ تعالٰی سے محبت کرنے والے اور اس کے ادب و مقام سے کما حقہ واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جاننے والے پر (یہ بات سن کر) غشی طاری ہو گئی۔

اللہ تعالٰی نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ اس سے محبت کرنے والے لوگ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ اسی بات کو، ان میں سے کسی نے یوں بیان کیا ہے:

أَجِدُ الْمَلَامَةَ فِيْ هَوَاكَ لَذِيْذَةً حُبًّا لِذِكْرِكَ فَلْيَلُمْنِي اللَّوَّمُ

"تیری محبت کے سبب (اے اللہ) مجھے ملامت بھی بڑی لذیذ ہے۔ کیونکہ میں تیری یاد کو محبوب رکھتا ہوں۔ پس ملامت کرنے والا (جتنی چاہے) ملامت کر لے!"

دوسری قسم:

علوم دینیہ، علم وعمل اور زہد وتقویٰ وغیرہ کے ذریعے لوگوں پر فوقیت، سرداری اور برتری طلب کرنا...... یہ پہلی قسم سے بھی زیادہ بری، قبیح، اور خطرہ اور فساد کے لحاظ سے زیادہ شدید ہے کیونکہ علم، عمل، اور زہد ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجات، دائمی نعمتیں، اللہ تعالیٰ سے ثواب اور اس کا قرب طلب کرنا چاہیے۔

امام ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''علم کو باقی تمام اشیاء پر صرف اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ علم بھی عام چیزوں کی مانند ہوتا۔''

چنانچہ علم وعمل اور زہد میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی اگر فانی، دنیوی منفعت طلب کی جائے، تو اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اس کے ذریعے مال طلب کیا جائے۔ تو یہ مال کی حرص اور اسے حرام ذرائع سے حاصل کرنے کی قسم ہے۔ اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' ①

کہ ''وہ علم، جس سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مطلوب ہونی چاہیے، اگر

① مسند أحمد: (8457) سنن ابو داود: (3664)، سنن ابن ماجه: (252) مصنف ابن أبي شيبة: (26127) مسند أحمد کے محققین، شیخ زبیر رحمہ اللہ وغیرہ نے حسن کہا جبکہ ہمارے نزدیک اس کا مرسل اور ضعیف ہونا راجح ہے۔ دیکھیے العلل للدارقطني: 11/ 10 (2087) علل الحديث: 6/ 631، 632 (2818) الضعفاء الكبير: 3/ 466، أحاديث معلة ظاهرها الصحة: (466) البتہ علم دین لوجہ اللہ الکریم ہی ہونا ضروری ہے ورنہ اس پر سزا دینے کا اختیار بھی اللہ کو حاصل ہے۔

کوئی شخص اسے دنیوی مفاد کی خاطر سیکھتا ہے تو وہ روزِ قیامت جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔"

اس حدیث کو امام احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب حدیث میں بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے حاصل کیا جانے والا علم اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، انس، اللہ تعالیٰ کی محبت کا شوق، اس کا ڈر اور تقویٰ نیز اس کی اطاعت وغیرہ نعمتوں کی طرف اپنے طالب کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ چیزیں گویا دنیا ہی میں جلد ملنے والی جنت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ یہ شخص آخرت میں بھی جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن جو شخص اپنے علم کی بدولت دنیا میں ان نعمتوں سے محروم رہتا ہے، وہ آخرت میں بھی جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ واللہ علم!

یہی نہیں، بلکہ آخرت میں سب سے زیادہ اور سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے دنیا میں اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا (یعنی اس پر عمل نہ کیا)...... ایسا شخص آخرت میں سب سے زیادہ حسرت کناں ہوگا، کہ اس کے پاس اعلیٰ درجات اور بلند مقامات حاصل کرنے کا بہترین سبب اور ذریعہ موجود تھا، لیکن ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کی بجائے وہ اپنے علم سے گھٹیا، حقیر اور ادنیٰ امور کا طالب ہوا۔

اس کی مثال یوں ہے کہ کسی کے پاس قیمتی جواہرات موجود ہوں اور وہ انھیں کوڑیوں کے عوض بیچ ڈالے، کہ جن سے اسے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو۔ یہی حالت علم کے بدلے دنیا طلب کرنے والے کی ہے۔

اور اس سے بھی بدتر وہ شخص ہے جو کہ دنیا کا طلبگار رہو، مگر لوگوں کے سامنے دنیا سے استغناء کا اظہار کرے...... یہ دھوکہ بہت ہی برا ہے!

ابوسلیمان الدارانی اس آدمی پر طنز کیا کرتے تھے جو بزرگوں کا سا لباس پہنے،

لیکن اس کا دل ایسی دنیوی خواہشات اور شہوات سے معمور ہو کہ اس کی ایک ایک خواہش اس بزرگی والے لباس سے بھی زیادہ قیمتی ہو!

اس سے ان کا اشارہ اس طرف ہے کہ دینی لباس کے ذریعے دنیا سے استغناء کا اظہار اس کے لیے مناسب ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے مکمل طور پر خالی ہو۔ یہاں تک کہ جو ظاہری لباس اس نے زیب تن کر رکھا ہے، اس سے زیادہ اس کا تعلق دنیا سے نہ ہو۔ اور دنیا سے لاتعلقی میں اس کا ظاہر و باطن برابر ہو۔

ایک عارف باللہ سے پوچھا گیا: ''صوفی کون ہوتا ہے؟''

فرمایا:

''اَلصُّوْفِیُّ مَنْ لَبِسَ الصُّوْفَ عَلَی الصَّفَا وَسَلَکَ طَرِیْقَ الْمُصْطَفٰی وَذَاقَ الْھَوٰی بَعْدَ الْجَفَا وَکَانَتِ الدُّنْیَا مِنْہُ خَلْفَ الْقَفَا ''۔

کہ ''صوفی وہ ہوتا ہے جو دل کی خوب صفائی کر کے صوف (اون) پہنے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طریقے پر چلے، مصائب برداشت کرنے کے بعد محبت الٰہی کا مزہ چکھے، اور دنیا کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔''

۲۔ وہ شخص ہے جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی نمائش کے ذریعے دوسروں پر اپنے آپ کو بالاتر ہونے کی چھاپ بٹھانے کی کوشش کرے۔ لوگوں کو اپنا مطیع، فرمانبردار، سرنگوں اور ہر وقت اپنی طرف مودبانہ اور متوجہ دیکھنا چاہے۔ دوسروں پر اپنے علمی تفوق کی دھاک بٹھانے کے لیے ہر ایک سے اپنی ہمہ دانی کا چرچا کرتا پھرے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ اعمال ہیں، جو اسے صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہئیں تھے، مگر اس نے انہیں دنیا کی جاہ و دولت کے لیے استعمال کیا ایسے مجرموں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُمَارِیَ بِہِ السُّفَھَآءَ اَوْ یُجَارِیَ بِہِ الْعُلَمَآءَ اَوْ

يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ۔ ''①

''جو بھی شخص جاہلوں سے مقابلہ کرنے، یا علماء سے جھگڑنے، یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی نیت سے علم حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ''فَهُوَ فِي النَّارِ'' کے الفاظ بیان کیے ہیں، یعنی ایسا شخص جہنم رسید ہوگا۔

اسی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی ''الصحیح'' میں بروایت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے:

''لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَآءَ وَلَا لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَاءَ وَلَا لِتَجِيْزُوْا بِهِ الْمَجَالِسَ۔ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ۔''②

① سنن ترمذی: (2654) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: 1/ 87 سندہ ضعیف جدا إسحاق بن یحیی بن طلحہ امام ترمذی نے ائمہ کا کلام اسی روایت کے بعد ذکر کیا امام احمد نے کہا: ھو شیخ متروک الحدیث (العلل ومعرفۃ الرجال: 3173)، 2/482) اور کہا لیس حدیثہ بشیء العلل ومعرفۃ الرجال بروایۃ المروزی: (145)، امام نسائی نے کہا: متروک الحدیث (الضعفاء: 47) مزید منکر الحدیث وغیرہ جیسی جروح، دیکھیے الجرح والتعدیل: 2/ 237،236، الضعفاء الکبیر: 1/103 حدیث ابن عمر سنن ابن ماجہ: (253) ضعیف اور حدیث حذیفہ سنن ابن ماجہ: (259) ضعیف جدا ہے حدیث حذیفہ میں بشیر بن میمون راوی منکر الحدیث، متروک الحدیث ہے سؤالات البرقانی: (52)، التاریخ الکبیر للبخاری: 2/ 105، الضعفاء الصغیر: (42) الضعفاء للنسائی: (78) اور اس میں ایک اور دوسری علت بھی ہے۔

② غیر محفوظ ہے اسے امام ابن عدی وابن القیسرانی نے یحییٰ بن ایوب کی غیر محفوظ روایت کہا (الکامل لابن عدی: 9/58، ذخیرۃ الحفاظ: 6047) نیز حافظ ذہبی نے اسے اس کی مناکیر میں شمار کیا میزان الاعتدال: (9462) اور ابن جریج پر قول راجح میں مرسل ہے کیونکہ امام عبداللہ بن وھب المصری اسے ابن جریج یحدث أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ (مستدرک حاکم: 292، المدخل الی السنن الکبری: (479) اور یہ معلوم ہے کہ امام ابن وھب، یحییٰ بن ==>

''علم، علماء پر رعب جمانے، جاہلوں سے بحث کرنے اور مجالس میں دوسروں پر چھا جانے کی نیت سے حاصل نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے، تو تمھارے لیے آگ ہے آگ!''

اس حدیث کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن عدی نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ''وَلٰكِنْ تَعَلَّمُوْهُ لِوَجْهِ اللّٰهِ وَالدَّارِ الْآخِرَةِ ''① کے الفاظ بیان فرماتے ہیں۔ یعنی علم محض اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لیے حاصل کرو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لَاتَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ لِثَلَاثٍ لِتُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِتُجَادِلُوْا بِهِ الْفُقَهَاءَ أَوْ لِتَصْرِفُوْا بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ وَابْتَغُوْا بِقَوْلِكُمْ وَفِعْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَبْقٰى وَيَفْنٰى مَا سِوَاهُ۔''②

''ان تین اغراض کے لیے علم حاصل نہ کرو:

۱۔ جہلاء سے جھگڑنے کے لیے۔ ۲۔ اہل علم سے مقابلہ کرنے کے لیے، ۳۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے، بلکہ اپنے اقوال وافعال کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ یہی چیز باقی رہنے والی ہے۔ اس کے علاوہ سب فنا ہونے والا ہے۔''

==> ایوب الغافقی کی نسبت (کہ جس کے حفظ پر کلام وجرح ہے) ہر اعتبار سے اعلیٰ واوثق ہیں لہٰذا یہ روایت مرفوعاً پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے بلکہ اسے ابن وھب مرسلاً بیان کرتے ہیں: ''ہمارے علم کے مطابق یہ روایت مل کر بھی درجۂ احتجاج کو نہیں پہنچتی کہ ضعف شدید ہے''۔

① الفقيه للخطيب: (805) یہ بھی تالف یعنی سخت ضعیف ہے حافظ ذھبی، تلخیص كتاب (الموضوعات: 926) میں علی بن الحسین المکتب کے بارے ہے کہ وہ کذاب ہے۔

② ابن مسعود سے یہ روایت سنن دارمی: (261) میں ہے سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں محمد بن عون الخراسانی راوی منکر الحدیث، متروک الحدیث، لیس بشيء ہے دیکھیے التاریخ الکبیر للبخاری: 1/197، تاریخ ابن معین-روایۃ الدوری: (1874) الضعفاء للنسائی: (532)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر غور فرمایئے:

''اِنَّ اَوَّلَ الْخَلاَئِقِ تَسْعَرُ بِهِ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلاَثَةٌ مِنْهُمُ الْعَالِمُ الَّذِيْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ لَهٗ قَدْ قِيْلَ ذٰلِكَ وَاُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ۔''①

''قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے آدمیوں پر جہنم کی آگ جلائی جائے گی۔ ا۔ وہ قاری، جو قرآن صرف اس نیت سے پڑھتا ہے کہ لوگ اسے قاری صاحب کہہ کر پکاریں۔ ۲۔ وہ شخص علم محض اس نیت سے حاصل کرے کہ لوگ اس کو علامہ صاحب کہیں۔ ایسے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ جل شانہ فرمائیں گے۔ تمہاری نیت کے مطابق دنیا میں تمہیں دے دیا گیا (تم ان القابات سے نوازے جاچکے) اب حکم جاری ہوتا ہے کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے۔''

چنانچہ دیگر احادیث میں ایسی ریاکارانہ نیت کے تحت صدقہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے اشخاص کو بھی اس انجام سے متنبہ کیا گیا ہے۔

---

①صحیح مسلم:(1905) میں ان الفاظ سے ہے "أن اول الناس يقضى يوم القيامة عليه...... ورجل تعلم العلم، وعلمه وقرأ القرآن، فأتي به فعرفه نعمه فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم، وعلمته وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت، ولكنك تعلمت العلم ليقال: عالم، وقرأت القرآن ليقال: هو قارئ، فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار" مسند احمد: (8277) کے الفاظ "ان أول الناس يقضى فيه يوم القيامة ثلاثة ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن، فأتي به فعرفه نعمه، فعرفها، فقال: ما عملت فيها؟ قال: تعلمت فيك العلم وعلمته، وقرأت فيك القرآن. فقال: كذبت، ولكنك تعلمت ليقال هو عالم، فقد قيل، وقرأت القرآن ليقال: هو قارئ، فقد قيل. ثم أمر به، فسحب على وجهه حتى ألقي في النار" جامع الترمذی: 2381۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اصحابِ علم! علم کی نعمت سے بہرہ یاب ہو تو اس پر عمل بھی کرو۔ کیونکہ حقیقت میں عالم وہی کہلائے گا، جو اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرے گا۔ اور ہاں! عنقریب ایسے لوگ نمودار ہوں گے جو صاحب علم کہلائیں گے، لیکن ان کا علم سینے کی ہڈیوں سے آگے نہیں اترے گا۔ (یعنی ان کے دل اس علم کی لذت سے ناآشنا ہوں گے) ان کا عمل، علم کے خلاف ہوگا۔ یہ لوگ حلقے بنا کر بیٹھیں گے۔ ایک دوسرے پر اپنی قابلیت، فخر اور بڑائی کا اظہار کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنے ساتھی اور ہم مجلس پہ محض اس لیے برہم ہوگا کہ وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کے پاس کیوں چلا گیا؟ ایسے لوگوں کے ان محافل ومجالس میں کیے ہوئے اعمال کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے لیے رسائی نہیں ہوگی۔''①

حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا:

''کسی صاحب علم کی یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ اسے عالم کہہ کر پکاریں۔''②

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

①سنن دارمی: (394)، جامع بیان العلم وفضلہ: (1237) اقتضاء العلم العمل: ص: 22، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: (31) میں ہے اور سخت ضعیف ہے اس کی سند میں بشر بن سلم راوی منکر الحدیث ہے (الجرح والتعدیل: 2/358) ابن حجر نے کہا: قلت وذكره أبو جعفر الطوسي في رجال الشيعة (لسان الميزان: 2/24) اور ثویر بن ابی فاختہ مجروح راوی ہے اس کے بارے امام سفیان ثوری نے کہا: کان ثویر من أرکان الکذب (التاریخ الکبیر للبخاری: 2/184، المجروحین: 1/205، 206، الضعفاء الکبیر: 1/180 اگر ابوصفوان الثقفی امام بخاری کے شیخ ہیں تو یہ جرح ثابت ہے۔

② تلاش بسیار کے باوجود یہ اثر کسی مستند کتاب میں نہیں مل سکا۔

''وہ شخص صاحب علم کیسے کہلا سکتا ہے، جو علم عمل کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنی مطلب برآری کے لیے حاصل کرتا ہے۔''①

ایک بزرگ کا قول ہے:

کہ ''جو شخص احادیث محض بیان کرنے کے لیے پڑھتا ہے، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔''②

واضح بات کہی جائے، تو وہ محدث، جو دوسروں کو حدیث پڑھاتے ہیں۔ وہ علماء جو ہر بات پر احادیث کے حوالے دیتے ہوں، ان کا اپنا نامہ اعمال ان احادیث کے عملی فیض سے محروم ہو، تو ان کا یہی حشر ہوگا۔

① اخلاق العلماء للآجری: (71)

② ابو ادریس عائذ اللہ بن عبداللہ الخولانی سے منسوب یہ قول مصنف ابن ابی شیبہ: (26125)، اعتلال القلوب: (511)، جامع بیان العلم وفضلہ: (30 11) وغیرہ میں ہے۔

فتویٰ دینے میں احتیاط

فتویٰ دینے میں جلدی کرنا یا فتویٰ دینے کا منصب (یعنی مفتی) حاصل کرنے کی طلب ہو یا مفتی کہلانے کی چاہت۔ دونوں صورتوں کے بارے میں ابن لھیعہ نے مرسلا بروایت عبیداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَجْرَؤُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا، اَجْرَؤُكُمْ عَلَى النَّارِ۔" ①

"تم میں سے فتویٰ دینے کی جرأت کرنے والا جہنم میں کودنے کی دلیری کرنے والے کی مانند ہے۔"

علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اسلاف فرمایا کرتے تھے:

"تم میں سے فتویٰ دینے کی جرأت کرنے والا سب سے کم تر علم والا ہے۔" ②

سیدنا براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ان میں سے کسی ایک سے بھی مسئلہ پوچھا جاتا، تو ہر ایک یہی چاہتا کہ اس کا جواب کوئی دوسرا

① سنن دارمی: 159 یہ اثر مرسل ہے۔
② علقمہ سے منسوب اثر کی مثل امام ایوب السختیانی سے بھی الزھد والرقائق لابن المبارک والزھد لنعیم: 125/2، جامع بیان العلم وفضلہ: (1525) میں مذکور ہے اور سفیان بن عیینہ سے جامع بیان العلم وفضلہ: (2209،1591،1527) میں ہے۔ قال أبو بکر محمد بن اللباد: قال لي أحمد بن أبي سليمان: سمعت سحنونا يقول: أجرأ الناس على الفتيا أقلهم علما طبقات علماء إفريقية: ص: 103 سندہ صحیح۔ (اسنادہ حسن)

بھائی دے دے۔''①

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ

''جب کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا، تو وہ دوسرے کے سپرد کر دیتا اور وہ تیسرے کی طرف، یہاں تک کہ سائل پہلے شخص کے پاس لوٹ آتا۔''②

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص لوگوں کے ہر سوال کا جواب دے، وہ پاگل ہے۔''③

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو انھوں نے فرمایا:

''میں فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔''

آپ نے اپنے کسی عامل کو لکھا:

''خدا کی قسم! جس حد تک ممکن ہو، میں فتویٰ دینے کی کوشش نہیں کرتا۔''④

یہ طرزِ عمل اس شخص کا ہے، جو لوگوں کو اپنا محتاج دیکھنا پسند نہ کرتا ہو بلکہ وہ یہ چاہتا ہو کہ یہ ذمہ داری کوئی اور سنبھال لے۔

① عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ سے ان الفاظ سے یہ اثر ثابت ہے قال: لقد أدركت عشرين ومائة من الأنصار من أصحاب رسول الله ﷺ اذا سئل أحدهم عن المسألة أحب أن يكفيه غيره (الطبقات الكبرى:6/ 166 واللفظ له، المدخل إلى السنن الكبرى: 800،801)، وسنن دارمي:(137) الزهد لابن المبارك:(58) وغيره، سنده حسن من أجل عطاء بن السائب اور سیدنا براء سے منسوب الفقيه والمتفقه: 349/2 وغیرہ میں ہے جس میں تین سو اصحاب بدر کا ذکر ہے سند میں ابو اسحاق السبیعی کی تدلیس واختلاط کی علت ہے۔

② ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب کسی سے مسئلہ پوچھا جاتا ـــــ یہ الفقيه والمتفقه: (632) میں ہے۔

③ جو شخص لوگوں کے ہر سوال کا (مطلب لایعنی بے مقصد سوال کا) جواب دے ـــــ کتاب العلم لزهير بن حرب: (10) مسند ابن الجعد:(320)، سنن دارمي: (176) طبرانی کبیر:(8924)، جامع بيان العلم وفضله:(2208) سنده صحيح

④ جامع بيان العلم وفضله: (1617) 852/2 مگر ابن عبدالبر سے ابن وھب تک سند موجود نہیں۔

سیدنا سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

''لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے، جو خاموش رہے اور سب سے زیادہ بولنے والا سب سے بڑا جاہل ہے۔''①

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم نے اکثر فقہاء کو مسائل کا جواب یا فتویٰ دینے سے اس وقت تک گریز کرتے دیکھا، جب تک جواب کے سوا ان کے لیے کوئی دوسری راہ ہی نہ ہو اور انھیں سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی جب کوئی سائل جواب نہ ملنے پہ آسانی سے ان کا پیچھا چھوڑ دیتا۔''②

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو شخص اپنے آپ کو مفتی قرار دے لیتا ہے، حقیقت میں وہ اپنے آپ کو انتہائی عظیم ذمہ داری کا اسیر بنا لیتا ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ بعض حالات میں کسی عالم کا فتویٰ دینا لازمی ہوتا ہے۔''

کسی نے امام احمد سے پوچھا: ''بولنا بہتر ہے یا خاموشی؟''

فرمایا: ''مجھے خاموشی زیادہ پسند ہے۔''

کسی نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا:

''اگر بولنے کی ضرورت متقاضی ہو تو؟''

فرمایا:

① یہ امام سفیان بن عیینہ کا کلام ہے دیکھیے یہ حوالہ قال الخطیب: وحدثنا أبو نعیم الحافظ، أنا ابراھیم بن محمد بن یحیی، أنا أبو العباس السراج، قال: سمعت أبا عبد اللہ المروزی، قال: سمعت اسحاق ابن راھویہ یقول: قال ابن عیینۃ: أعلم الناس بالفتوی أسکتھم فیھا، وأجھل الناس بالفتوی أنطقھم فیھا، تعظیم الفتیا لابن الجوزي: (15) سندہ صحیح

② تعظیم الفتیا لابن الجوزی: (13) سندہ حسن۔

"ضرورت......ضرورت......"

مزید تھوڑے سے تفکر کے بعد فرمانے لگے:

"خاموشی اس لیے کہ اسی میں سلامتی مضمر ہے۔فتویٰ دینے سے گریز اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔مفتی کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ اللہ جل شانہ کے اوامر ونواہی کی مماثلت کے عمل کو بجالانے والا ہے،جس کا وہ پوری طرح ذمے دار ہے (اگر وہ درست ہے،تو بہتر اگر غلطی ہوگئی) تو قیامت کے دن اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔"①

ربیع بن خثیم کہتے ہیں:

"فتویٰ دینے والو!ذرا خیال کرو،فتویٰ کیسے دیتے ہو۔"②

جناب قتادہ رحمہ اللہ جب ایک موقع پر فتویٰ دینے لگے،تو جناب عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے ان سے کہا:

"فتوے کا یہ پہلو مناسب اور دوسرا نامناسب ہے۔"③

ابن المنکدر کا بیان ہے کہ

"صاحب علم مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔اس واسطے کی اہمیت ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ میں اس

---

①تعظیم الفتیا لابن الجوزی:(19) سندہ جید ابو حفص عمر بن محمد بن عیسی الجوھری،مقبول الروایة ہے ان سے ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔

②ذم الکلام وأھله للھروی:/ 44(828)

③جامع بیان العلم وفضله:(2074) الفقیه والمتفقه: 2/355 سندہ صحیح إلی ابن المبارک۔ فائدہ :حدثنا ابراھیم بن ھانی، نا أحمد، نا عبد الصمد، نا أبو ھلال قال سالت قتادة عن مسالة فقال: لا أدری قال: قلت: قل برأیك. قال: ما قلت برأیي منذ أربعین سنة قلت: ابن کم کان یومئذ؟ قال: کان ابن نحو من خمسین سنة، مسند ابن الجعد:(1022) حسن.

عظمت کا کتنا اہل ہوں۔''①

(جلیل القدر، ثقہ تابعی امام محمد) ابن سیرین سے جب کوئی حلال اور حرام کا مسئلہ دریافت کرتا تو ان کا رنگ اس طرح فق ہو جاتا کہ ان پر موت کا گمان ہونے لگتا۔②

جناب ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا، تو ان کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار واضح نظر آنے لگتے اور وہ فرماتے:

''تجھے میرے سوا کوئی دوسرا نہیں ملا۔ اس سے پوچھ لیا ہوتا۔''③

بحالت مجبوری اگر کسی کو جواب دیتے بھی، تو ساتھ ہی کہہ دیتے اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو نہ بتاتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ انھوں نے بڑے واشگاف الفاظ میں یہ فرمایا:

''ہم سوال کرنے والوں کو جواب (فتویٰ) تو دیتے ہیں، لیکن ہمارا دل چاہتا ہے کہ لوگ ہم سے یہ سوال نہ ہی کریں تو بہتر ہو۔''

محمد بن واسع فرماتے ہیں:

''قیامت کے روز سب سے پہلے فقہاء کو حساب کتاب کے لیے حاضر کیا جائے گا۔''④

---

① مسند ابن الجعد: (1691)، سنن دارمی: (139) حلية الأولياء: 3/153، المدخل إلى السنن الكبرى: (821)، الكفاية في علم الرواية: ص: 168 سنده صحيح

② حلية الأولياء: 2/264، المدخل إلى السنن الكبرى: (17) المعرفة والتاريخ للفسوى: 2/60، الطبقات الكبرى: 7/145 سنده صحيح

③ الطبقات الكبرى: 6/280، حلية الأولياء: 4/226، 220 سنده صحيح

④ وہ اسے بلغنی کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ أخبار القضاء: 1/22 سنده حسن میں ہے اور جہاں یہ بلغنی کے بغیر بیان کرتے ہیں وہ سند عبدالحکیم بن منصور کذاب ومتروک کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

امام مالک کے متعلق کہا جاتا ہے، ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کی کیفیت یوں ہو جاتی جیسے وہ جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑے ہیں۔ ①

کسی عالم نے کسی مفتی سے کہا:

''جب آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے، تو مسئلے سے جان چھڑانے سے پہلے (یعنی جواب دینے سے پہلے) ہمیں اپنی جان چھڑانے کی فکر کرنی چاہیے۔''

اور دوسرے آدمی سے فرمایا:

''اگر آپ سے کوئی مسئلہ پوچھے تو خوب غور کریں۔ اول تو کوشش کریں کہ سوال کرنے والا ٹل جائے۔ اگر جواب دینا ناگزیر ہو جائے، تو جواب دیں ورنہ خاموش رہیں۔'' ②

اس حوالے سے اسلاف کے اقوال تو بہت ہیں مگر میں ان پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

① حدثنی شیخ کے مبہم ہونے کے سبب یہ قول ثابت نہیں ہے (تعظیم الفتیا لابن الجوزی: (18)
② دیکھیے الفقیہ والمتفقہ: (1091، 1092، 1094) اس باب کے بہت سے آثار سلف صالحین حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں موجود ہیں۔

حکمران اور علماء

انتہائی خطرناک دروازہ:

جہاں سے علماء دنیاوی عزت ووقار اور مناصب کی حرص کا شکار ہو سکتے ہیں۔ امام احمد، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بروایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ أَتَى أَبْوَابَ السَّلَاطِيْنَ افْتُتِنَ۔ ''①

''جو شخص دیہات میں سکونت پذیر ہوا، سخت مزاج (جفاکش) ہوا، جو شکار کا عادی بنا وہ غفلت شعار بنا، جو شخص حکمرانوں کے دروازوں پہ آنے جانے لگا، وہ فتنوں میں مبتلا ہوا۔''

امام احمد اور ابوداود نے اسی قسم کی ایک حدیث بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے:

''وَمَا ازْدَادَ أَحَدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا۔ ''②

''جو شخص کسی بادشاہ یا حکمران کے قریب تر ہوجاتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی دور ہوجاتا ہے۔''

---

①سنن ابو داود: (2859)، سنن ترمذی: (2256) سنن نسائی: (4309) وغیرہ میں ہے شیخ زبیر رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے میرا رجحان اس طرف ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

②سنن ابو داود: 2860، مسند احمد: (8836) ضعیف تفصیل اسی جگہ مسند احمد اور أحادیث معلة ظاهرها الصحة: (447) میں دیکھیے۔

امام ابن ماجہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ سَیَتَفَقَّھُوْنَ فِی الدِّیْنِ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَاْتِی الْاُمَرَاءَ فَنُصِیْبُ مِنْ دُنْیَاھُمْ وَنَعْتَزِلُھُمْ بِدِیْنِنَا وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ کَمَا لَا یُجْتَنٰی مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْکُ کَذٰلِکَ لَا یُجْتَنٰی مِنْ قُرْبِھِمْ اِلَّا الْخَطَایَا۔''①

''میری امت کے کچھ لوگ علم دین حاصل کریں گے۔ قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے ہمیں حکمرانوں کے پاس جانا چاہیے تاکہ ان سے مال ودولت حاصل کیا جا سکے اور ہم دین کے معاملے میں ان سے دور رہیں گے (یعنی ان کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنے معمولات کو بدلیں گے نہیں) لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ جس طرح خاردار درختوں سے کانٹوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ان حکمرانوں اور بادشاہوں کی قربت سے گناہوں کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔''

امام ترمذی، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ۔ قَالُوْا: وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِیْ جَھَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْہُ جَھَنَّمُ کُلَّ یَوْمٍ مِأَۃَ مَرَّۃٍ۔ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یَدْخُلُہٗ؟ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِھِمْ۔''②

---

①ابن ماجہ: (255) یہ روایت ولید بن مسلم کی تدلیس تسویہ کے سبب ضعیف ہے۔

②سنن ترمذی: 2383، سنن ابن ماجہ: 256) میں وہ سخت ضعیف ہے عمار بن سیف، منکر الحدیث متروک الحدیث راوی ہے (سؤالات البرقانی: 377) الجرح والتعدیل: 393/6 اس کی بعض سے توثیق ہونا مفید نہیں ہے اور علت بھی ہے اس میں۔

''تم اللہ تعالیٰ سے غم کے کنوئیں (جب الحزن) سے پناہ مانگو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''جب الحزن'' سے کیا مراد ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے جہنم بھی روزانہ سو دفعہ پناہ مانگتا ہے۔'' پھر دریافت کیا گیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وادی میں کون داخل ہوگا؟'' فرمایا: ''وہ قاری لوگ، جو اپنے اعمال دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں۔''

اسی قبیل کی حدیث امام ابن ماجہ نے بھی اس اضافے کے ساتھ بیان کی ہے:

''وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّاءِ اِلَى اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَآءَ الْجَوَرَةَ''

''اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے مبغوض قاری وہ ہیں، جو ظالم حکمرانوں کے ہاں آمدورفت رکھتے ہیں۔''

اسی طرح ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

''یعنی جو لوگ ظالم حکمرانوں کے ہاں آنا جانا رکھتے ہیں۔ ان کے لیے سب سے زیادہ خدشہ اس بات کا ہے کہ وہ ظالم حکمرانوں کے ہر کذب کی تصدیق پہ مجبور ہوں۔ دوسرے معنوں میں وہ ان ظالموں کے ظلم میں معاون و مددگار ہوں۔ اس تصدیق کی عملی صورت چاہے صرف خاموش رہنے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔ خصوصاً اگر ان حکمرانوں کے ہاں جانے کا مقصد ہی دنیاوی جاہ و دولت حاصل کرنا ہو تو پھر حکمرانوں کی کسی بات کی نفی کر ہی نہیں سکتے بلکہ زیادہ تر امکان اس بات کا ہے کہ ان حکمرانوں کی نگاہوں میں پسندیدگی کا مقام پیدا کرنے کے لیے ان کے ہر بد سے بدترین اعمال کی مدح و توصیف کرنے سے بھی گریز نہ کریں۔''①

① یہ ضعیف و باطل روایت ہے۔ دیکھیے الضعفاء الکبیر للعقیلی: 241/2 اس کی سند میں عبداللہ بن حکیم الداھری راوی کذاب، یضع الحدیث، ضعیف الحدیث، ذاھب الحدیث ہے (الجرح والتعدیل: 41/5، الکامل لابن عدی: 227/5 اور امام ابن عدی نے اس روایت کو اس الداھری کی وجہ سے باطل قرار دیا ہے۔ (الکامل: 229/5)

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی "الصحیح" میں سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آں حضرت ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا ہے۔

"سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ أُمَرَاءُ فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ فَهُوَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ "①

"میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جن کے پاس جا کر جتنے لوگ بھی ان کی ہر جھوٹی بات کی تصدیق کریں گے۔ ان کے صریحاً ظالم ہونے کے باوجود ان کے ظلم میں ان کی اعانت کریں گے۔ ان کا مجھ سے اور میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ وہ (قیامت کے دن) میرے پاس (پانی پینے کے لیے) حوض کوثر پر آسکیں گے اور وہ لوگ جو ظالم حکمرانوں سے قطع تعلق کر لیں گے۔ ان کے کذب و ظلم سے تعاون نہیں کریں گے، تو وہ میرے ہیں۔ اور میں ان کا ہوں اور یہی لوگ (قیامت کے دن) میرے پاس (پانی پینے کے لیے) حوض کوثر پر آئیں گے۔"

امام احمد رحمہ اللہ نے، سیدنا حذیفہ، ابن عمر، خباب بن ارت، ابوسعید خدری، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم، سب سے بھی اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے۔

چنانچہ بہت سے اسلاف، بزرگ علماء کو حکمرانوں کے پاس جانے سے منع کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے بھی ملنے سے منع کرتے۔

جناب عمر بن عبدالعزیز، ابن مبارک، سفیان ثوری رحمہم اللہ اور بہت سے ائمہ کرام

① مسند احمد: 15284 سندہ حسن، و 18126 سندہ صحیح، سنن ترمذی: 614، 2259، سنن نسائی: 4208، السنن الکبری: 7783

سب ہی علماء کو امراء یعنی حکام کے پاس جانے سے منع کرتے تھے۔

ابن مبارک فرماتے ہیں:

”ہماری نظروں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عامل وہ نہیں، جو حکمرانوں کے پاس جاتا ہے بلکہ حقیقی معنوں میں اس عظیم فریضے کو وہ آدمی ادا کرسکتا ہے، جو ان حکمرانوں سے دور رہتا ہے۔“①

اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمرانوں کے پاس آنے جانے سے فتنوں میں مبتلا ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑا فتنہ انسان کے دل میں سامانِ تعیش اور خواہش منصب کا پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اس سے جتنا بھی دور رہے گا نہی عن المنکر اور امر بالمعروف جیسے عظیم الشان عمل کو زیادہ بہتر طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔

انسانی جبلتوں میں عزت ومنزلت کی محبت پوشیدہ ہے، جو ذرا سا موقع پاتے ہی خلوصِ عمل پہ غالب آسکتی ہے۔

عالم اس حربے کا شکار خصوصاً اس وقت ہوتا ہے۔ جب امراء یا حکمران اس کی عزت وتوقیر کریں۔ خصوصی مراعات سے کام لیں۔ جن کے ردِعمل میں عالم ان کا ہمنوا نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی سلسلے میں ابن طاؤس اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”میں اپنے والد محترم کے ساتھ کسی حاکم کی مجلس میں شریک ہوا، جہاں میں نے بالکل ایسی ہی نوعیت کا مشاہدہ کیا۔ اور والد محترم کو نفس کی اس انجانی یلغار سے خبردار کیا۔“

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا وہ خط، جو انھوں نے عباد بن عباد کو لکھا تھا۔ اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

---

① الجرح والتعدیل: 1/ 280 کے الفاظ یہ ہیں قیل لابن المبارک لو أتیت هذا الرجل فوعظته؟ قال: لا، لیس الآمر الناهي من دخل علیهم، انما الآمر الناهي من جانبهم اور دیکھیے اللطائف من دقائق المعارف ص:(565)(ص:285)

امراء کی قربت اور اختلاط دونوں سے بچنا، خصوصاً فریب نفس سے بچنا:

''ابلیس کی چالوں سے ہوشیار رہنا، یہ تمھیں کبھی کسی کی سفارش، کبھی کسی مظلوم کی دادرسی اور کبھی ظلم کا ہاتھ روکنے کے بہانے اپنا شکار کرنا چاہے گا۔ جتنے علماء ابلیس کی اس سازش کا شکار ہوئے وہی فاجر کہلائے، تمھیں مسائل اور فتووں سے لوگ جتنا دور رکھیں اپنے لیے اتنا ہی غنیمت سمجھنا۔ جن لوگوں کا عوام الناس پر حکم چلتا ہے انہیں دیکھ کر دل میں خود ویسا بننے کے مذموم خیال سے بچنا۔ ایسے لوگ ہوس، اقتدار اور شہرت کے بیمار چاہتے ہیں کہ ہر زبان پر ان کا ہی تذکرہ ہو۔ ان کی تعریف ہو۔ ان کی ہر بات پہ ''جی'' کا جواب ملے اور اگر ان کی کسی بات پر توجہ نہ دی جائے، تو ان کے چہروں پر غصے کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ خصوصاً ہوس اقتدار سے بچو۔ عام طور پر لوگ دولت سے بھی زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ایسا خفیہ دشمن ہے، جس کے اصلی خدوخال کو صرف اصحابِ بصیرت علماء ہی دیکھ سکتے ہیں۔ غرض اپنے دل کو محاسبے کی گرفت میں رکھو، خلوصِ نیت سے ہر عمل کرو۔ یاد رکھو، لوگوں پر ایسا دور آچکا ہے کہ انسان اب زندگی سے زیادہ موت کو ترجیح دینے لگا ہے۔'' ''والسلام''①

اسی ضمن میں یہ بات بھی ہمیں ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ ہم علم، دین اور زہد کے حوالے سے اپنی شہرت پسند نہ کریں۔ اچھے اعمال واقوال اور کرامات کا اظہار نہ کریں۔ ایسے ہر بد نیت عمل سے بچیں، جس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کی زیارت کرنے یا اس سے

① یہ عبارت ثقة يغلط أحيانا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد: 12/396(5751)، الجرح والتعديل: 6 / 83،82 وغیرہ) حلية الأولياء: 6/ 376، أخبار الشيوخ وأخلاقهم: 337، الجرح والتعديل: 1/ 87،86 سندہ صحیح ص: 45 پر داود الطائی کا ذکر ہے ان کا تفصیل سے ترجمہ دیکھیے تاریخ بغداد: 9/311(4408) میں

برکت حاصل کرنے آئیں۔ اس کو مستجاب الدعوات سمجھ کر دعائیں کروانے آئیں۔ اس کے ہاتھوں کو بوسے دیں اور ہمیں چاہیے اس قسم کے عمل کو مزید بڑھانے میں کوشاں نہ رہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین شہرت کو بے حد ناپسند کرتے تھے۔ ایوب، نخعی، سفیان اور احمد جیسے بزرگ علمائے دین کے علاوہ فضیل اور داود طائی جیسی زاہد و عارف ہستیاں بھی ہیں۔ ان کے معمول میں یہ بات بھی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ خود اپنی مذمت کرتے اور اپنے اچھے اعمال کو انتہائی مخفی رکھتے۔

ایک شخص داود طائی کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: ''کیا کام ہے؟''

اس نے جواب دیا:

''آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''تو نے اللہ کے لیے میری زیارت کر کے ثواب پا لیا۔ لیکن ذرا سوچو، کل میرا کیا حال ہوگا جب مجھ سے پوچھا جائے گا، تیری حیثیت کیا تھی؟ کہ لوگ تیری زیارت کے لیے آتے تھے؟ کیا تو بہت بڑے زاہدوں میں سے تھا؟ اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہوں گا کہ نہیں۔ جب سوال ہوگا کہ کیا تو بہت بڑے عبادت گزاروں میں سے تھا؟ میں کہوں گا کہ قسم بخدا ہرگز نہیں۔ جب پوچھا جائے گا، تو نیک بندوں میں سے تھا؟ میں قسم کھا کر کہوں گا کہ ہرگز ایسا نہیں۔''

اسی طرح انہوں نے بہت سارے اعمال گنوا گنوا کر اپنی مذمت کی اور اپنے آپ کو ڈانٹتے آئے۔ اور آخر میں خود سے کہنے لگے:

''داود، تو جوانی میں فاسق تھا، بڑھاپے میں دکھلاوا کرتا ہے اور تو جانتا ہے ریاکار تو فاسق سے بھی زیادہ برا ہے۔''

محمد بن واسع فرمایا کرتے تھے:

''اگر گناہوں کی بدبو ہوتی، تو کوئی میرے قریب نہ پھٹکتا۔''①

وکیع کا بیان ہے کہ اعمش نے بیان کیا کہ میں ابراہیم نخعی کی خدمت میں گیا تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی نے ان کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے مصحف یعنی قرآن مجید کو ڈھانپ کر رکھ دیا۔ اور فرمایا: میں نے یہ کام اس لیے کیا ہے کہ یہ آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں ہر وقت تلاوت کرتا رہتا ہوں۔②

اویس قرنی جیسے زاہد لوگ جب کسی علاقے میں اپنے زہد کے حوالے سے مشہور ہو جاتے، تو چپکے سے کسی دوسری انجانی جگہ چلے جاتے۔

بہت سے اسلاف یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان سے کوئی دعاء کی درخواست کرے۔ اگر انہیں کوئی دعاء کرنے کے لیے کہتا بھی، تو فوراً کہتے: ''میں کیا ہوں؟''

عمر بن خطاب، حذیفہ رضی اللہ عنہما اور مالک بن دینار کا دعاء کے طلب گاروں کو یہی جواب ہوتا۔

ابراہیم نخعی کا رویہ بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ ایک شخص نے امام احمد کو خط لکھ کر دعاء کی درخواست کی، تو انہوں نے فرمایا:

''ہم تو اس کے لیے دعا کریں لیکن ہمارے لیے کون دعا کرے گا۔''③

کسی نیک بزرگ کی عبادت وریاضت کا کسی بادشاہ کے سامنے کسی نے ذکر کیا۔

① المجالسة وجواهر العلم: (157)، حلية الأولياء: 2/349

② مصنف ابن أبي شيبة: (8564، 30181) واللفظ له، فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ص: 380 شعب الإيمان: (2041) المعرفة والتاريخ للفسوی: 2/606 سنده صحيح۔

③ تاریخ دمشق: 5/299۔ اس کی سند عباس الدوری تک صحیح ہے مگر اگلے واقعہ کے بتانے والے علی بن فزارہ کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

بادشاہ نے اس بزرگ کی زیارت کا فیصلہ کیا۔ تیاری شروع ہوئی، لیکن اس کے آنے سے پہلے اس بزرگ کو بھی اطلاع مل گئی۔ جونہی وہ اس کے بسیرے کے قریب پہنچا، تو یہ بزرگ رستے ہی میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ بادشاہ نے قریب ہو کر سلام عرض کیا۔ بزرگ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کھانے میں مصروف ہو گئے، بادشاہ کی طرف توجہ تک نہیں کی۔ بادشاہ نے ان کا یہ رویہ دیکھ کر کہا کہ:

''اس میں تو کوئی زاہدوں جیسی بات ہی نہیں۔''

اور واپس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بزرگ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے کہا:

''یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ یہ دنیا کا بادشاہ میری مذمت کرتے ہوئے واپس ہو گیا۔''

شہرت کی خاطر اپنی خدمت خود کرنا:

اس قسم کے اور واقعات بھی ہیں، مگر یہاں ایک اور ''نکتہ'' بھی نمایاں ہو کر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی بعض انسان لوگوں میں بیٹھ کر خود اپنی مذمت محض اس نیت سے کرتے ہیں کہ لوگوں میں اپنی تواضع پسند اور منکسر المزاجی کا تاثر پیدا ہو۔ اس طرح وہ لوگوں میں اسی حوالے سے ایسی شہرت اور نام پیدا کر لیں کہ ہر شخص کی زبان پر ان کی تعریف ہو۔

خودنمائی یا ریاکاری کا یہ طریقہ انتہائی باریک بین نظروں کے علاوہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ بزرگوں نے اس سے بچنے کے لیے بہت تاکید کی ہے۔

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر نے فرمایا:

''یہ بھی فخر و ریا ہی ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو برا کہو۔ اپنی مذمت کی آڑ میں دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو صاف گو اور امتیازی

خصوصیات کا مالک ثابت کرنا چاہو، اللہ جل شانہ کی نظر میں اس قسم کی ریاکاری، حماقت کے مترادف ہے۔''①

فصل

سابقہ معروضات سے ثابت ہو چکا۔ ہوس جاہ اور جلب زر کی حرص انسانوں کو تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں دے سکتی۔

''دولت اور اقتدار سے محبت ہی دنیا کی محبت کی بنیاد ہے اور دنیا سے محبت کی بنیاد انسان کی اپنی نفسانی خواہشات کی غلامی ہے۔''

وہب بن منبہ فرماتے ہیں:

''دنیا کی چاہت دراصل خواہشات کی پیروی کا نام ہے۔ دنیا کی چاہت یعنی مال و دولت کی محبت اگر اس کی ایک قسم ہے، تو اس کی دوسری قسم اللہ تعالیٰ کے حرام امور کو حلال سمجھنا ہے۔''

اسی لیے دنیا کی محبت میں گرفتار انسانوں کو وہب نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

''دنیا کی محبت اور نفسانی خواہشات کی پیروی تمھاری عاقبت کو برباد کر دیتی ہے۔''②

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

① حلیۃ الأولیاء: 202/2 میں ان الفاظ سے ہے کفی بالنفس إطراء علی رؤوس الملاء کأنك أردت به زینها و ذلك عند الله عز و جل شینها مزید دیکھیے تاریخ دمشق: 301/58

② مصنف ابن ابی شیبہ: (35168)، الزهد لابن ابی الدنیا: (104) الزهد لأحمد بن حنبل: (2177) سندہ منقطع جعفر بن برقان قال بلغنی عن وهب بن منبه ۔

''فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى''۔①

''جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی، تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگی اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے خوف کیا۔ نفس کو بری خواہشات سے روکے رکھا، تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ نے بیشتر مقامات پر اہل جہنم کی اکثریت کا مال واقتدار کے ہوس کاروں سے تعلق واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ۔''②

''اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ وہ کہے گا کاش مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہوگا۔ کاش میری وہی موت (سابقہ) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا۔ اور میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔''

یاد رکھو! جیسے ہی انسان کے دل میں اپنے آپ کے بارے میں دوسروں کے مقابلے میں بڑے پن کا احساس پیدا ہوتا ہے اسی وقت سے ہی تکبر اور حسد کا بھی آغاز ہو جاتا ہے۔ لیکن عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ کی سربلندی کا طالب ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مضمر ہے، قرب ہے، اس کے برعکس دنیاوی عزت وجاہ کی طلب کا نتیجہ اللہ

①سورۃ النّٰزعٰت، 39,38,37
②سورۃ الحاقۃ، 25---29

کا غضب، ناراضگی، درجات میں کمی، ذلت ورسوائی اور اللہ سے دوری ہے۔

یہاں کی عزتیں فانی، زندگی فانی، اس پہ اترانا اور تکبر کرنا انتہائی حماقت ہے۔

ہاں اللہ کی اطاعت میں سربلندی یا اس عمل میں بے حد رغبت قابل تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ''۔①

''جو لوگ (اعمالِ حسنہ میں) دوسروں پر بازی لے جانا چاہیں، تو انہیں چاہیے وہ ایسا کرنے میں جدوجہد کریں۔''

حسن (بصری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

''اگر تم کسی کو دنیوی معاملات میں اپنا مقابلہ کرتے دیکھو تو تم اس کا مقابلہ اخروی معاملات کو مدنظر رکھ کر کرو۔''②

وہب بن الورد فرماتے ہیں:

''اگر تمہارے لیے یہ ممکن ہو کہ تمہارے سوا کوئی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں سبقت نہ لے جا سکے تو تم ایسا ضرور کرو۔''③

محمد بن یوسف اصبہانی عابد فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں یہ سنے کہ وہ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور اطاعت گزار ہے۔ یہ سن کر اس کا دل شق ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔''④

---

①سورۃ المطففین، 26

②مصنف ابن ابی شیبہ: (35203) الزھد لابن ابی الدنیا: (535) ذم الدنیا لابن ابی الدنیا: (465)، الزھد لاحمد بن حنبل: (1215، 1525) سندہ صحیح

③تاریخ الإسلام: 249/4، لطائف المعارف لابن رجب: ص 244۔

④حلیۃ الأولیاء: 233/8

ایک شخص نے مالک بن دینار سے کہا:

''میں نے خواب میں ایک اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا: لوگو! سفر کی تیاری کرلو۔ سفر کی تیاری کرلو'، تو میں نے محمد بن واسع کے سوا کسی کو بھی تیاری کرتے نہیں دیکھا۔ اتنا سننے کے بعد مالک بن دینار چونک کر جاگے اوران پر غشی کا عالم طاری ہوگیا۔''①

اس سے ثابت ہوا کہ وہ زندگی، جسے ہمیشہ رہنا ہے اس میں حاصل شدہ درجات بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے حصول کے لیے کسی سے مقابلہ کرنا، درجات میں بلندی کی خواہش کرنا، حرص کرنا، قدرت ہوتے ہوئے کم درجات پر قانع نہ ہونا شرع میں یہ سب جائز ہے۔ آخرت میں رسوا کردینے والے اعمال سے بچنا کیوں ضروری ہے؟ یہ سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے ذہن میں ان کا تقابلی جائزہ ہو۔ آپ کو علم ہو کہ قیامت کے دن دنیا کی عزت اور عظمت طلب کرنے والوں، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کرنے والوں کا حشر کیا ہوگا؟

انسان اس پر غور کرے کہ اس دنیا میں ظالموں، اللہ جل شانہ کے احکامات سے بغاوت کرنے والوں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی کا مقابلہ کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا؟

امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کیا ہے:

''يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْثَالَ الذَّرِّ فِيْ صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ اِلَى السِّجْنِ فِيْ جَهَنَّمَ يُقَالُ لَهُ بُولَسُ يَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ

① الزهد لأحمد بن حنبل: (1908) سنده صحيح إلى غسان الغلابي، حلية الأولياء: 346/2

طِيْنَةَ الْخَبَالِ۔ ''①

''قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو انسانی صورتوں میں چیونٹیوں کی مانند بنا کر جمع کیا جائے گا۔ ان پر ہر طرف سے ذلت مسلط کر دی جائے گی۔ انہیں جہنم میں بولس نامی جیل کی طرف ہانکا جائے گا۔ شدید قسم کی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ ''طينة الخبال''، یعنی اہل جہنم کے جسموں سے نکلنے والے خون اور پیپ کی آلائش انہیں پینے کو دی جائے گی۔''

دوسرے محدثین کی سندوں میں اس حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

''يَطَأُهُمُ النَّاسُ بِأَقْدَامِهِمْ ''۔ ''لوگ انہیں پاؤں تلے روندیں گے۔''

ایک دوسری سند سے ملنے والی دوسری حدیث میں ہے:

''يَطَأُهُمُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَالدَّوَابُ بِأَرْجُلِهِمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ۔ ''②

''یعنی ان متکبرین کو، جن انسان اور چوپائے اپنے پاؤں تلے روندتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے فرمائے گا۔''

ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا:

① مسند الحمیدی: (598، نسخه أخری 609) سنن ترمذی: (2492) مصنف ابن أبی شیبة: (26582) مسند أحمد: (6677) شعب الایمان: (7834) وغیره سنده حسن

② یہ حدیث موضوع ہے اسے امام ابن عدی نے الکامل: 120/3 میں نقل کیا ہے۔ ابن القیسرانی نے کہا: رواه الحسن بن دینار: عن الخصیب بن جحدر، عن عمران بن سلیمان، عن عوف بن مالك. وهذا مداره علی الخصیب، والخصیب كذاب. ورواه عنه الحسن، والحسن أيضا متروك الحديث (ذخيرة الحفاظ: 603/2 (1004) خصیب بن جحدر کذاب راوی ہے (تاریخ ابن معین - روایة الدوری: 3327، التاریخ الکبیر للبخاری: 221/3) اس کے بارے امام عقیلی نے کہا: أحاديثه مناكير لا أصل له (الضعفاء الكبير: 29/2۔

''مجھے خطرہ ہے کہیں تم وعظ ونصیحت کرتے کرتے بزعم خود دوسروں کے مقابلے میں خود کو عزت والا سمجھنے کے خبط میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں انہیں کے پاؤں تلے روندنے کا حکم صادر فرمادے۔''①

رفعت کے لالچ سے محفوظ رہنے کا طریقہ:

دنیا میں سربلندی کے لالچ سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان ہر وقت اپنے دھیان میں ان لوگوں کے اعمال رکھے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے اس دنیا میں تواضع کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ انہیں قیامت کے دن اللہ کن بلندیوں سے نوازے گا۔ اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں۔

طلب وحرص اقتدار سے بچنے کا خصوصی ذریعہ:

اس دنیا میں اقتدار کی طلب سے بچنے کا ایک خصوصی ذریعہ ایسا بھی ہے جس کا حصول انسان کے اپنے بس کی بات نہیں۔ بلکہ اس کا مکمل انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے۔ اس بخشش وعنایت کا نام ''تقویٰ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت رکھنے والے بندوں۔ دنیا میں جلد ملنے والی دولت اور عزت سے بچنے والوں میں سے جس کو چاہے اس دولت سے نواز دے۔ اس دولت سے بہرہ یاب شخصیتوں کے ظاہر وباطن سے عام مخلوق خدا خود بخود مرعوب ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت ایمان ویقین اور اس کی اطاعت کا ثمر زندگی کا خوشگوار ہونا ہے، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس مرد اور عورت سے کیا ہے، جو ہر حالت میں ایمان ویقین کا دامن تھامے رکھیں اور عمل صالح بجالائیں۔

یہ خوشگوار زندگی، ایسی بہترین اور شاندار ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ رئیس اور جاہ واقتدار رکھنے والے بھی اس سے محروم ہیں۔

① (الزهد لأحمد بن حنبل:645) یہ اثر اگر انقطاع سے محفوظ ہے تو علی الاقل حسن ہے حجاج بن شداد سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

جیسا کہ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ہم لوگوں کو اطمینان اور خوشی کی جو عظیم نعمت حاصل ہے۔ دنیا کے بادشاہوں اور ان کی اولاد کو اگر اس کا پتہ چل جائے، تو اسے ہم سے چھیننے کے لیے تلواریں سونتے ہوئے ہم پر یلغار کر دیں۔''①

بلاشبہ جسے اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور حقیقی مسرت سے بہرہ یاب فرما دے۔ وہ اس فانی دنیا کی شہنشاہی ہو یا کوئی دوسری صورت، سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ''۔②

''اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔''

نیز فرمایا:

''مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ''۔③

''جو آدمی عزت کا خواہاں ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ تمام عزت کا مستحق صرف اللہ جل شانہ ہے۔''

اسی مضمون پر مشتمل ایک حدیث قدسی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''أَنَا الْعَزِيْزُ فَمَنْ أَرَادَ الْعِزَّةَ فَلْيُطِعِ الْعَزِيْزَ وَمَنْ أَرَادَ عِزَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالتَّقْوٰى۔''④

---

①الزهد الكبير للبيهقي: 80، الزهد والرقائق للخطيب: 115، حلية الأولياء: 7/ 370 سنده جيد إبراهيم بن نصر النصري له ترجمة في تاريخ بغداد وروى عنه ثقات

②سورۃ الاعراف، 26

③سورۃ فاطر، 10

④الموضوعات لابن الجوزی: 1/ 119، 120، تاريخ بغداد: 6/ 568، المتفق والمفترق: 3/ 1750 (1293)، الإرشاد للخليلي: 3/ 921 تفصیلی کلام کے لیے دیکھیے الضعیفۃ للألبانی: (5752) موضوع ہے۔

''میں ہی عزتوں کا مالک ہوں۔(تم میں سے جوشخص) عزت کا طلب گار ہے اسے عزت کے مالک کی اطاعت کرنی چاہیے اور جسے دنیا اور آخرت کی عزت مطلوب ہو، وہ تقویٰ اختیار کرے۔''

حجاج بن ارطاۃ کہا کرتے تھے:

''مجھے عزت ووقار کی ہوس نے ہلاک کرڈالا۔''①

ایک دن سوار نے فرمایا:

''اگر آپ تقویٰ اختیار کرتے، تو حقیقی غیر فانی عزت پا جاتے۔''②

اسی مضمون پر مشتمل شعر ملاحظہ ہوں:

اَلاَ اِنَّمَا التَّقْوٰی هِیَ الْعِزُّ وَالْکَرَمْ وَحُبُّکَ لِلدُّنْیَا هُوَ الذُّلُّ وَالسَّقَمْ

''خبردار! تقویٰ ہی اصل عزت وشرافت ہے اور تمہاری دنیا سے محبت، ذلت اور بیماری کے سوا کچھ نہیں۔''

وَلَیْسَ عَلٰی عَبْدٍ تَقِیٍّ نَقِیْصَةٌ اِذَا حَقَّقَ التَّقْوٰی وَاِنْ حَاکَ اَوْ حَجَمْ

''تقویٰ اختیار کرنے والا بندہ دنیا والوں کی نگاہوں میں وہ جولاہا یا پچھنے لگانے والا ہو ہماری نگاہوں میں بے عیب اور معزز ہے۔''

حضرت صالح باجی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''حقیقی حکومت یا سرداری اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت ہی میں مضمر ہے۔ اللہ کی اطاعت کرنے والا ہی امیروں کا امیر کہلاتا ہے۔تم نے دیکھا نہیں دنیا کے حکمرانوں کے دلوں میں اہل تقویٰ کی کتنی ہیبت ہوتی ہے؟ یہی وجہ

---

①العلل ومعرفة الرجال برواية المروذي وغيره: 492 الضعفاء الكبير للعقيلي: 1/281، 282، الثقات للعجلي: (251)، أخبار القضاء: 2/50، 51 سنده حسن) وغیرہ

②الضعفاء الكبير للعقيلي: 1/280، أخبار القضاء: 2/50

ہے کہ یہ لوگ جو کہہ دیتے ہیں ۔ لوگ اسے قبول کرتے ہیں ، جو حکم کرتے ہیں ، لوگ اس پر عمل کرتے ہیں ۔"

نیز فرمایا:

" جو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائے ۔ اللہ اس سے محبت کرتے ہیں تو بڑے سے بڑے جابر لوگوں کے دلوں پہ اس کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے ۔ جس کی وجہ ان نیک بندوں کے دلوں میں اللہ جل شانہ کی ہیبت کا جاگزیں ہونا ہے ۔ جس کی بنا پر جابر لوگ ان سے ڈرتے ہیں ۔ اللہ ہی کی اطاعت اور اللہ ہی کی دوستی اور رفاقت ان کی ہر بھلائی اور بہتری کا اصل سبب ہوتی ہے ۔"①

ایک صالح بزرگ (امیہ الشامی) نے کہا ہے:

" اللہ کی اطاعت کرنے والے سے بڑھ کر اطاعت سے کون زیادہ بہرہ مند ہے ۔"

یادرکھو! ہر قسم کی خیر اور بھلائی اطاعت میں پوشیدہ ہے ۔ خبردار! بلاشبہ اللہ کی اطاعت کرنے والا ہی دنیا اور آخرت میں بادشاہ ہے ۔"②

ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا:

" جو شخص ہر چیز سے منہ موڑ کر صرف اللہ کا ہو گیا ۔ اس سے بڑھ کر معزز و مکرم کون ہوسکتا ہے ۔"③

بصرہ کے امیر محمد بن سلیمان ، حماد بن سلمہ کے ہاں گئے اور ان سے روبرو

①المحبة لله لأبي إسحاق الختلي: (172) اس کی سند منقطع ہے اسحاق بن ابراھیم بن الصباح قال بلغني عن صالح الناجي کہہ کر روایت کررہے ہیں۔
②الرقة والبكاء لابن أبي الدنيا: 251، المقلق لابن الجوزی: 33۔ اس کی سند کے راوی زھدم بن الحارث مکی پر کلام ہے اور اس کی توثیق ثابت نہیں ہے۔
③تاریخ دمشق: 17/420،421 ترجمہ ذوالنون بن ابراھیم۔

سوالات کیے۔

"ابوسلمہ! آخر کیا بات ہے، میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں، تو آپ کی ہیبت اور خوف سے لرز جاتا ہوں؟"

حماد نے جواب دیا:

"عالم جب اپنے علم کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا طے کر لیتا ہے، تو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور اگر عالم اپنے علم کو دنیا کی دولت وعزت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالے، تو وہ خود ہر چیز سے ڈرتا ہے۔"①

اسی لیے بعض علماء کا قول ہے:

"تو جس قدر اللہ سے ڈرے گا، اسی قدر اللہ کی مخلوق تجھ سے ڈرے گی۔ اور تجھے اللہ کے ساتھ جس قدر محبت ہوگی، اسی قدر مخلوق بھی تجھ سے محبت کرے گی۔"

غرض جو بھی جس نوعیت کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں رویہ رکھے گا۔ اسی قسم کا رویہ اللہ کی مخلوق بھی اس سے رکھے گی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز کہیں جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے مہاجرین کی جماعت جا رہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اچانک پلٹ کر دیکھا تو سبھی کے سبھی آپ کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا:

"یا اللہ! تو جانتا ہے۔ یہ لوگ جس قدر مجھ سے ڈرتے ہیں۔ میں ان سے

① الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: 1/ 362(837)، تاریخ دمشق: 53/ 132، 133، المنتظم لابن الجوزی: 8/ 295 اس کی سند ظلمات یعنی اندھیروں والی ہے یعنی حماد بن سلمہ سے اوپر کے روات مقاتل بن صالح الخراسانی، حسن بن عمرو، یا حسین بن عمرو المروزی، احمد بن محمد بن مهدی وغیرہ کا ترجمہ نہیں ملا ہے اور دیکھیے الضعیفة للألبانی: (3928)

بڑھ کر تجھ سے ڈرتا ہوں۔ پس میری مغفرت فرما۔"①

العمری، خلیفہ رشید کو وعظ ونصیحت کرنے اور منکرات سے روکنے کے لیے کوفہ روانہ ہوئے، تو خلیفہ رشید پر ان کے آنے کی خبر سنتے ہی ایسا رعب طاری ہوا کہ اگر ایک لاکھ جری فوج بھی مقابلہ میں آجاتی تو اتنے مرعوب نہ ہوتے۔②

حسن رحمہ اللہ کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ان سے کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ان کے خاص احباب بھی جمع ہوتے، تو مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایک دوسرے کو کہتے۔ بسا اوقات تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ایک سال تک بھی مسئلہ پوچھنا محال ہوتا۔

ایسے ہی مالک بن انس رحمہ اللہ تھے، جن کے رعب وجلال کا نقشہ کسی شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

يَدَعُ الْجَوَابَ وَلَا يُرَاجَعُ هَيْبَةً وَالسَّائِلُوْنَ نَوَاكِسُ الْأَذْقَانِ
نُوْرُ الْوَقَارِ وَعِزُّ سُلْطَانِ التُّقٰى فَهُوَ الْمَهِيْبُ وَلَيْسَ ذَا سُلْطَانٍ

"آپ سوال کا جواب تو دیتے ہیں مگر ان کے رعب کے سبب دوبارہ ان سے پوچھنا ممکن نہیں ہوتا۔ سوال کرنے والے ٹھوڑیاں جھکائے رہ جاتے ہیں۔ آپ وقار کے نور اور شاہانِ تقویٰ کے لیے باعث عزت ہیں۔ آپ بادشاہ نہ ہونے کے باوجود بڑے ہی بارعب ہیں۔"③

حضرت یزید عقیلی کہا کرتے تھے:

"جو آدمی اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے اور بھی

---

① تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ کسی کتاب میں نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم

② تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ کسی کتاب میں نہیں مل سکا۔

③ الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع: 1/ 184 (297)، المحدث الفاصل للرامهرمزي: ص: 247، حلية الأولياء: 6/318، المدخل إلى السنن الكبرى: (678) وغیرہ۔ اسنادہ صحیح

اس کی منزل مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ بذات خود اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف موڑ دیتا ہے اور جو کوئی غیر اللہ کے لیے عمل کرے اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمالیتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں کو بھی اس کی طرف سے پھیر دیتا ہے۔"①

محمد بن واسع فرماتے ہیں:

"انسان جب سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کا رخ بھی اس کی طرف موڑ دیتا ہے۔"②

ابو یزید بسطامی نے فرمایا:

"میں دنیا کو تین "مکمل طلاقیں" دے چکا ہوں۔ اب مجھے اس کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں رہا۔ اب میں صرف اور صرف اپنے رب کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ میں نے اسے مدد کے لیے پکارا اور کہا:

"اے میرے رب! اے میرے رب! میں تجھے اس آدمی کی طرح پکارتا ہوں جس کا تیرے سوا کوئی نہیں۔ جب اس نے جان لیا کہ میری دعاء، میری پکار سچی ہے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہے اور میں اپنی خارجی دنیا سے تو

---

① ثقہ، صالح، بدیل بن میسرہ العقیلی سے منسوب اثر (حلیۃ الأولیاء: 3/62، سیر السلف الصالحین لقوام السنۃ: ص:707 میں ہے مگر اس کی سند میں ابو محمد حسن بن علی بن موسی البر قعیدی راوی کی مجھے توثیق نہیں ملی نیز سلمہ بن شبیب کے تلامذہ میں اس البر قعیدی کا اور اس کے شیوخ میں سلمہ بن شبیب کا نام نہیں ملتا ہے البتہ مفہوم بالکل درست ہے۔

② حلیۃ الأولیاء: 2/345، الإخلاص والنیۃ لابن أبی الدنیا: 12، الزهد الکبیر للبیهقی: 798، المحبۃ للہ، لأبی إسحاق الختلی: 171، تاریخ دمشق: 56/156 میں ہے اس سند میں لیث بن ابی سلیم ہے جو روایت حدیث میں ضعیف و مختلط ہے مگر آثار میں مقبول ہے اس اثر میں کوئی خرابی نہیں اور یہ دوسرے طریق سے بھی مروی ہے نیز الزهد لأحمد: 1283 میں صحیح سند سے اس کا شاہد موجود ہے۔

تعلق توڑ ہی چکا ہوں۔ اب اپنے آپ سے بھی ناامید ہوگیا ہوں، تو میری دعاء کی قبولیت کا پہلا مرحلہ، جو میرے مشاہدے میں آیا۔ وہ یہ تھا کہ میں مکمل طور پر اپنے آپ سے غیر متعلق ہوگیا۔ میرا شعور خودی فنا ہوگیا، تو میرے کترانے کے باوجود لوگوں کو میرے سامنے لا کھڑا کیا۔ لوگ دور دراز سے میرے پاس آنے لگے۔ اپنے آپ کو لوگوں کے اژدحام میں دیکھا، تو چلا اٹھے۔

لَیْتَنِیْ صِرْتُ شَیْئًا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ وَاَعَدًّا

''کاش! میں کچھ نہ ہونے سے ہی کچھ بن جاؤں۔ (یعنی قابل ذکر بن سکوں)۔''

اَصْبَحْتُ لِلْکُلِّ مَوْلٰی لِاَنِّیْ لَکَ عَبْدًا

''سب کی سرداری مجھے تری بندگی سے ہی عطا ہوئی ہے۔''

وَفِی الْفُؤَادِ اُمُوْرٌ مَا تَسْتَطَاعُ تُعَدًّا

''میرے دل میں گو خیالات کا بے حد وشمار طوفان ہے۔''

لٰکِنْ کِتْمَانُ حَالِیْ اَحَقُّ مَابِیْ وَاَسَدّٰی

''لیکن میرا اپنے حال کو چھپانا۔ میری ضروریات اور حاجات پورا کرانے کا حق زیادہ رکھتا ہے۔''①

وہب بن الورد نے مکحول کو لکھا:

''اما بعد!

آپ نے اپنے ظاہری علم کے ذریعے لوگوں میں عزت ومنزلت حاصل کر لی ہے۔ اب آپ باطنی علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور یاد

①حلیۃ الأولیاء: 10/33 سے 41 تک، حلیۃ الأولیاء: 10/36 سندہ ضعیف۔

رکھیں! دونوں مراتب ایک دوسرے کے مخالف ہیں''۔ ①

بات یوں واضح ہوتی ہے کہ احکام، فتویٰ، قصص اور وعظ علم کے اظہار کا ذریعہ بنتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر واعظ، مفتی اور علامہ لوگوں میں عزت و مرتبہ پا جاتا ہے لیکن اس کے بالمقابل ہر وقت دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت، محبت، اس کی معرفت کے حصول کا شوق رکھنا، ہر لحہ، یقین، توکل اور اس کے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم، اس دنیا کی چاہت سے گریز اور آخرت کے دائمی اور باقی رہنے والے گوہر مقصود پر نظر رکھنا باطنی علوم کا سرمایہ ہے۔ جس کی وساطت سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مراتب بھی حاصل ہوتے ہیں اور قربت باری تعالیٰ بھی! ثابت ہوا کہ دونوں علوم ایک دوسرے کے مخالف سمت رکھتے ہیں۔

جو شخص ظاہری علوم سے لوگوں کی نظروں میں عزت و وقار حاصل کر لیتا ہے، تو اس کے مسلسل اضافے اور اس کے ساتھ اس حاصل شدہ مرتبے کے تحفظ کا خوف اس کے دل میں پیدا ہی نہیں، بلکہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے اور ایسا عالم نتیجے کے طور پر اتنا ہی اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ کسی کہنے والے نے اس خیال کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس کے لیے ہلاکت ہے، ہلاکت ہے، جو اللہ کی بجائے دنیا پر ہی اکتفا اور قناعت کرے گا۔''

سری السقطی، جنید رحمہ اللہ کے علم، حسن گفتگو اور فی البدیہہ جواب کی شہرت سے متاثر تھے۔ ایک دن ملاقات پر کوئی سوال کیا۔ جنید رحمہ اللہ نے فوراً جواب دیا اور اچھا جواب دیا۔ تو فرمانے لگے:

''جنید! مجھے خدشہ ہے کہ دنیا میں آپ کا حصہ صرف حسن کلام (زبان) ہی نہ ہو۔''

اس کے بعد حضرت اس بات کو یاد کر کے ہمیشہ روتے رہتے تھے۔

① حلیۃ الأولیاء: 159/8 اس کی سند میں محمد بن عمر بن سلم، حمزہ بن عباس غیر موثق ہے اور حمزہ بن عباس بن حازم اگر ابوعلی المروزی ہے تو یہ ثقہ ہے لیکن محمد بن عمر بن سلم تب بھی غیر موثق ہے واللہ اعلم۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص مذکورہ اوصاف و اعمال، جو باطنی علوم کا سرچشمہ ہیں۔ ان کے تسلسل اور خلوص سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتا رہے۔ وہ بلند مرتبوں سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات کی اطاعت ورضا کے سوا ہر ایک سے لا پرواہ ہوجاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اپنی مخلوق کے دلوں میں اس کا وقار، رعب اور ہیبت پیدا فرمادیتا ہے۔ حالانکہ وہ خود ان کا طالب نہیں ہوتا، بلکہ ان سے قصداً دور بھاگتا ہے۔ اسے ہر لمحے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں مخلوق اللہ جل جلالہ سے اس کے تعلق کو توڑنے میں کامیاب نہ ہوجائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ ①

"یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے اور صالح اعمال کر رہے ہیں۔ عنقریب (ان کا رب) رحمان ان کے لیے محبت پیدا کردے گا (یعنی اپنے بندوں کے دلوں میں)۔"

ایک حدیث میں ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ ينادي في السماء فيقول ان الله يحب فلاناً فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ قَالَ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ." ②

"بلاشبہ! جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو پکار کر فرماتا ہے: مجھے فلاں بندے سے محبت ہے تو بھی اُس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت رکھو تو آسمان والی مخلوق بھی اس بندے سے محبت کرنا شروع کردیتی ہے اس کے بعد اس دنیا میں سب

① سورة مريم، 96.

② صحيح مسلم (2637) نیز دیکھیے صحيح بخاری: (7485)

اہل زمین کی نظروں میں اسے مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔"

بہرحال جسے آخرت کی عزت و سربلندی ملی۔ دنیا میں بھی عزت و سرداری اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ چاہے انسان خود اس دنیا کی عزت چاہے یا نہ چاہے، لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کی عزت و سرداری آخرت کے شرف واکرام کا سبب ہرگز نہیں بن سکتی۔ یقیناً وہ شخص خوش نصیب ہے جو فانی چیزوں کے مقابلے میں ہمیشہ باقی رہنے والی اشیاء کو ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِآخِرَتِهِ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى."①

"جو شخص دنیا سے محبت کرے، وہ آخرت کا نقصان برداشت کرتا ہے، اور جو کوئی آخرت سے محبت کرے، اسے دنیا کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ پس فانی چیزوں پر دائمی چیزوں کو ترجیح دو۔"

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

ابوالفتح نے کیا خوب کہا:

اَمْرَانِ مُفْتَرِيَانِ لَسْتَ تَرَاهُمَا　　يَتَشَوَّقَانِ لِخُلْطَةٍ وَتَلَاقِ
طَلَبُ الْمَعَادِ مَعَ الرِّيَاسَةِ وَالْعُلٰى　　فَدَعِ الَّذِیْ يَفْنٰى لِمَا هُوَ بَاقِ

"آخرت کی کامیابی اور دنیوی سرداری و سربلندی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ تم ان دونوں کو یکجا نہ پاسکو گے۔ پس فانی چیزوں کی بجائے باقی رہنے والی چیزوں کو اختیار کرو۔"

① سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، مسند احمد (19697) أحاديث إسماعيل بن جعفر: (364)، مسند الرویانی: (578، 579) وغیرہ سندہ ضعیف، منقطع اس سند میں مطلب بن عبداللہ بن حطب کثیر الارسال ہے دیکھیے المراسیل، ص: 209، 210 اور ابوموسیٰ اشعری سے بھی اس کی روایت مرسل ہے دیکھیے الجرح والتعدیل: 359/8 البتہ حسن لذاتہ شاہد جو الزہد لابن أبی عاصم: (161) میں ہے کے ساتھ یہ بھی حسن ہے۔

مصنف کی دیگر تصانیف وتراجم

آداب حج	آداب عمرہ
آداب الدعاء (ترجمہ)	کتاب التوحید (ترجمہ)
غایۃ المرید شرح کتاب التوحید	مقالات سعیدی
اربعین نووی (ترجمہ)	شرح اربعین نووی
اسلام کے احکام وآداب	اپریل فول کی تاریخی وشرعی حیثیت (ترجمہ)
بدکاروں کی زندگی کا عبرتناک انجام (ترجمہ)	سونا چاندی کے زیورات کیسے خریدیں؟ (ترجمہ)
موت کے وقت (ترجمہ)	منکرین حدیث کے شبہات اوران کارد
سنن ابن ماجہ (ترجمہ)	الاکمال فی اسماء الرجال
تذکرہ شہدائے "بدر" و "احد"	مقالات ختم نبوت
مقالات سیرت	مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس غزوات
تفسیر سورۃ الفاتحہ	تفسیر سورۃ الحجرات
تفسیر سورۃ الجمعہ	منتخب سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سید کائنات کی جنگی مہمات	حیض، نفاس اور استحاضہ احکام ومسائل (ترجمہ)
الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد الشیبانی (ترجمہ)	صحیفۃ ھمام بن منبہ (ترجمہ وشرح)
اللؤلؤ والمرجان فی ما اتفق علیہ الشیخان	کتاب الزھد لامام ابن مبارک (ترجمہ)
تدریب الراوی (ترجمہ)	کتاب الزھد للامام ھناد بن السري
رحمۃ للعالمین از الشیخ سعید بن وھب القحطانی (ترجمہ)	